اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مستند اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۶ — شعبان ۱۴۱۱ھ

شمارہ ۶ — مارچ ۱۹۹۱ء

بیاد: حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر معاون : عبد القیوم حقانی

مدیر: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

ناظم : شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۵۰/- روپے فی پرچہ ۵/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۸/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا سمیع الحق دوسری مرتبہ سینٹ کے ممبر منتخب ہو گئے

صبحِ امید کا اجالا، نظامِ شریعت کا بول بالا

تحریکِ نفاذِ شریعت اور شریعت بل کی پیش رفت کا اہم اور نازک ترین مرحلہ ۱۴ مارچ کو ایوانِ بالا (سینٹ) کے انتخاب کے لئے دوبارہ اکابر علماء و مشائخ کے مشورے اور جماعتی فیصلے کے مطابق محرکِ شریعت بل مولانا سمیع الحق نے الیکشن لڑا تھا۔ پاکستان سمیت تمام عالمِ اسلام کی نگاہیں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ جمہور مسلمانوں کے دل کی دھڑکن، ضمیر کی آواز، آنکھوں کا نور، نبض کی رفتار، سرمایہ حیات اور دعاؤں کا ہدف یہی رہا۔ کتنے علماء، مشائخ اور سادہ دل صالحین تھے جنہوں نے خصوصیت سے فکر و ذکر اور دعاؤں کا اہتمام کیا۔

سب جانتے ہیں کہ پاکستان کی آبرو، نفاذِ شریعت کے خوابوں کی تعبیر اور اہلِ پاکستان کی ۴۴ سالہ جدوجہد کا قطعی ثمرہ، سینٹ میں شریعت بل پیش کرنے، ۵ سال صعب ترین مساعی کے بعد سینٹ سے منظور کرا لینے اور ملک میں تحریکِ نفاذِ شریعت چلانے کی صورت میں ظاہر ہوتا رہا۔ اور اب شریعت بل اور اس کی تحریک کے محرک کی دوبارہ کامیابی ملک میں شریعتِ الٰہی کا نور بن کر نمودار ہوگی۔

چنانچہ اللہ کریم نے اہلِ دل کے دعاؤں اور اہلِ اسلام کی دلی تمناؤں اور شریعتِ مطہرہ کی مخلصانہ خدمت کے صدقے مولانا سمیع الحق کو دوسری مرتبہ سینٹ کا ممبر منتخب ہونے کے اعزاز اور کامیابی سے سرفراز فرمایا

والحمد للہ علی ذالک حمداً کثیرا

نفاذِ شریعت کا ہدف لے کر کام کرنا اور اس پر ثابت قدم ہو جانا، اور اس کے راستے کو اختیار کرنے کے بعد اس سے منحرف نہ ہونا بجائے خود وہ بنیادی نیکی اور عظیم کامیابی ہے جو آدمی کو فرشتوں کا دوست اور جنت کا مستحق بنا دیتی ہے مگر اس سے آگے کا درجہ، جس سے زیادہ بلند کوئی درجہ انسان کے لئے نہیں، یہ ہے کہ شریعت کی تعلیم و تدریس، تبلیغ و ترویج کے ساتھ ساتھ اس کے مکمل نفاذ کے لئے دوسروں کو دعوت دے اور شدید مخالفت کے ماحول میں بھی، جہاں اسلام کا اعلان و اظہار کرنا اپنے اوپر مصیبتوں کو دعوت دینا ہو ڈٹ کر اپنے اسلامی نظامِ شریعت اور نفاذِ دین کے مشن کی تکمیل کے لئے تن من دھن کی بازی لگا کر بھرپور کوششیں کرتا رہے۔ یہاں

وہ وقت بھی یاد ہے جب مسلمانوں کے ملک پاکستان میں شریعت بل کا نام لینا اور نفاذ شریعت کی تحریک کے لئے کام کرنا گویا درندوں کے جنگل میں قدم رکھ دینے کے مترادف تھا جہاں ہر ایک اُسے پھاڑ کھانے کو دوڑتا نظر آرہا تھا۔ اور اس سے آگے بڑھ کر شریعت بل کے مکمل قانونی اور دستوری تحفظ کے لئے پارلیمانی اور سیاسی کام کا آغاز کر کے فضا ہموار کرنے کا کام شروع کر دیا گیا۔ تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہم نے درندوں کو پکارا کہ آؤ! اور ہمیں بھنبھوڑ ڈالو۔

اُس وقت صورت حال یہ تھی کہ شریعت بل کی تحریک کا مقابلہ انتہائی ہٹ دھرمی اور سخت جارحانہ مخالفت سے کیا جارہا تھا۔ حکمرانوں سمیت بہت سے سیاستدانوں نے بھی اخلاق، شرافت، صداقت، انسانیت اور حیا و حمیت کی ساری حدیں توڑ ڈالی تھیں۔ محرکین شریعت بل کے خلاف ہر قسم کے جھوٹ تصنیف کرنا اور ان کو بدنام کرنے کے تمام شیطانی ہتھکنڈے استعمال کرنا کارِ ثواب تصور کیا گیا تھا اُس وقت ملک کی تمام تر سیاسی فضا ظلم و تشدد سے بھری ہوئی اور عناد و مخالفت سے لبریز تھی۔

ایسے حالات میں صبر اور ضبط و تحمل، حکمت و دور اندیشی اور خالصۃً حق کی بالادستی کا کام وہی جماعت اور وہی اہل حق کر سکتے ہیں جو ٹھنڈے دل سے حق کی سربلندی کے لئے کام کرنے کا پختہ عزم کر چکے ہوں جنہوں نے پوری طرح اپنے نفوس کو عقل و شعور کے تابع کر لیا ہو اور جن کے اندر نیکی و راستی ایسی گہری جڑیں پکڑ چکی ہو کہ مخالفین کی کوئی شرارت و خباثت انہیں ان کے مقام عزیمت سے نیچے اتارنے میں کامیاب نہ ہو سکتی ہو۔

چنانچہ مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء نے بڑے عزم، بڑے حوصلے، بڑی قوت برداشت، عزم و احتیاط اور حکمت و تدبیر سے گذشتہ کئی سالوں سے ان باطل پرست اشرار کے مقابلے میں نفاذ شریعت اور حق کے غلبہ کی خاطر مسلسل جنگ لڑی۔ جنہوں نے اخلاقی حدود کو پھاندجانے میں کوئی تامل نہ کیا۔ جو ہر موڑ پر اہل حق کے مقابلے میں طاقت و اختیارات اور سیاسی اور عوامی قوت کے نشے میں بدمست ہو رہے تھے۔

مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ نیکی و بدی اور حق و باطل یکساں نہیں ہیں۔ بظاہر نیکی اور حق کے مخالفین، بدی اور عداوت کا کیسا ہی طوفان اٹھا لائے ہوں جس کے مقابلے میں حق بالکل عاجز اور بے بس محسوس ہوتا ہو لیکن باطل بجائے خود اپنے اندر وہ کمزوری رکھتا ہے جو آخر کار خود اہل باطل کو بٹھا دیتا ہے۔

چنانچہ شریعت بل کے سلسلہ میں قدرت کا یہی معاملہ رہا کہ اہل باطل کے مقابلہ میں وہی حق اور حق پرستوں کی چھوٹی سی جماعت جسے بالکل عاجز اور بے بس اور تنہا بنا دیا گیا تھا مسلسل کام کرتی رہی اور آخر کار غالب رہی۔

کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃً کثیرۃً باذن اللہ (الآیۃ)

چنانچہ آج الحمدللہ! باطل اور بدی کے تمام ساتھی اور خود اس کے علمبردار تک اپنے دلوں میں یہ جانتے ہیں کہ وہ شریعت بل کے معاملے میں جھوٹے اور اپنے اغراض کے لئے ہٹ دھرمی کرتے رہے ہیں۔

اور اب صورت حال یہ ہے کہ شریعت بل کی حمایت کئے بغیر ملک کی کسی بھی سیاسی جماعت اور کسی بھی سیاستدان کو اپنے مستقبل کا سیاسی وجود اور وقار محفوظ نظر نہیں آتا۔

چنانچہ سینٹ کے حالیہ الیکشن میں بھی بڑے بڑے چیدرری، یہودیوں اور سبائیوں کے وفادار اور بعض اہم سیاسی قوتیں شریعت بل کی حمایت میں مگرمچھ کے ٹسوے بہاتے ہوئے بھی پس پردہ محرک شریعت بل کو ناکام بنانے میں اپنے مقدور بھر کسی بھی مخالفت و مزاحمت اور ہر ممکنہ حربے کے استعمال اور پھر توڑ وار کر گذرنے سے نہیں چوکے۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ مولانا کی کامیابی سے شریعت بل کی منظوری اور مکمل نفاذ کی منزل قریب ہو گی اور اسی سے شیاطین انس و جن کے ایوانوں میں لرزہ آجائے گا اور ساری ابلیسی سرشت تنظیموں اور شیطانی قوتوں کی جدوجہد کا ہدف اور آرزو یہی ہے کہ ؎

ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں

الحذر آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر — حافظِ ناموسِ زن، مرد آزما مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لئے — نے کوئی فغفور و خاقان نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف — منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و نظر کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

مگر شیطنت اور مکر و فریب کے ہر داؤ پیچ کے باوجود بھی وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِن كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ کا قدرتی منظر سامنے رہا اور فیاضِ ازل کی نصرتیں لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی صورت میں جلوہ گر ہوئیں اور ایک دنیا حیرت زدہ ہو کر رہ گئی۔ اور جب اخلاص پر مبنی قافلۂ حق پھر اپنی منزل پر مزید آگے بڑھے گا تو مملکت پاکستان سمیت پوری دنیا میں اسلامی معاشرہ اور نفاذِ شریعت کا عظیم انقلاب رونما ہو کر رہے گا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

مولانا کی کامیابی تحریک نفاذِ شریعت کی پیش رفت کا نیا باب اور اہل حق کی فتح مندی کا نیک فال ہے اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت، بظاہر حکومت کے خوش آئند اشارے وعدے، سیاسی جماعتوں کی بظاہر

حمایت اور زیرِ لب اپنی سابقہ مخالفتوں پر اظہارِ ندامت اور محرکِ شریعت بل کی بھر سے اقتدار کے ایوانوں اور سیاست کے میدانوں میں ولولۂ حق سے بھرپور گھن گرج ایسے قرائن ہیں جن سے شریعت بل کی دونوں ایوانوں میں منظوری اور مکمل نفاذ کی توقع کی جاسکتی ہے ۔۔۔ اب پھر سے یہ تحریک نئے عزم اور عظیم ولولوں کے ساتھ آگے بڑھے گی اور ملک میں نفاذِ شریعت کے عظیم مقصد پر منتہی ہوگی ۔

فرشتگانِ رحمت اُس دن کے انتظار میں چشم براہ ہیں جب مسجودِ ملائک پھر اپنے تخلیقی مقصد پر گامزن ہوگا سیارگانِ فلک اُس پُر نور لمحہ کے انتظار میں اپنی روشنی محفوظ کئے ہوئے ہیں جب شریعت کا نور ساری کائنات کو تجلی طور بنادے گا ، صفحۂ ہستی کا ہر خشک و تر اور بحر و بر مصروفِ حمد و ثنا ہے اور اس تمنا میں لگا ہوا ہے کہ کب کائنات کا دل معمور ہوگا شریعت بل منظور ہوگا اور تجلی گاہِ فاران کا ابدی پیغام عام ہوگا ۔ راحت ، سکون ، چین اور سلامتی کا دور دورہ ہوگا ، شریعتِ الٰہیہ کی نگہبانی ہوگی اسلامی قانون کی حکمرانی ہوگی اور دنیا کی مصیبتوں کا حل ، مشکلات کا علاج اور زخموں کا مداوا نصیب ہوگا اور اضطراب و کشمکش کے ماحول میں مبتلا انسان کی چشمِ ناآشنائے خواب کو نیند اور قلبِ ناآشنائے سکون کو قرار نصیب ہوگا ۔

اس عظیم دینی انقلاب کے آثار مشرق سے مغرب تک ہر ملک میں نمودار ہو رہے ہیں اور پاکستان میں آس و امید سے معمور دلوں کے لئے صبحِ صادق کی علامتیں بھی ظاہر ہونی شروع ہوگئی ہیں ۔

جنہیں اگر پوری فراخ دلی اور تحریر کی زبان میں حزم و احتیاط سے صبحِ صادق کا طلوع ہونا نہ بھی کہہ سکیں پھر بھی انتہائی علمی دیانت اور تحفظ کے ساتھ علامتیں تو کہا جاسکتا ہے اور یہی علامتیں طلوعِ فجر کی معین بن سکتی ہیں اور اس کے بعد حقیقی نور کے ساتھ شمسِ عالمتاب یعنی " شریعت " سراجِ منیر بن کر ظلمت کدۂ عالم کو منور بنا سکتی ہے اور " واشرقت الارض بنور ربہا " کی جانفزا دلکشی بنجر اور خشک زمین کو بہشتِ زار بنا سکتی ہے اور اس نطق زرافشاں کی حیات بخش تجلی مایوس و محروم دلوں کو امید و ارمان کی تجلی گاہ بنا سکتی ہے

ہماری دعا ہے کہ اللہ کریم ملک و بیرونِ ملک تمام کرم فرماؤں ، بزرگوں ، علماء صالحین ، عامۃ المسلمین بالخصوص الحق کے قارئین کو اجرِ عظیم سے نوازے جنہوں نے پرخلوص دعاؤں کے ساتھ مولانا کی کامیابی کی خبر کا شدید بے چینی سے انتظار کیا اور فون پر رابطے کرکے حال دریافت کرتے رہے ۔ اللہ کریم مولانا کو مزید توفیق دے کہ وہ اپنے مخلص رفقاء اور دینی قوتوں کو ساتھ لے کر ملک میں حقیقی اسلامی قانون نافذ کرانے میں کامیاب ہوں تاہم اس کارِ خیر میں ملک و بیرونِ ملک کے تمام بہی خواہانِ ملت کو ایک دوسرے سے سبقت لیجانے اور سرعتِ نفاذ کی کوششوں میں لگ جانا چاہیئے کہ دنیوی و اخروی سعادتوں کا سرچشمہ بھی یہی ہے اور حقیقی کامیابی کا سرِ دیرینہ بھی یہی ہے اور الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر (الحج ۴۰) کا تقاضا بھی یہی ہے

(ع ق ح)

مولانا عبدالقیوم حقانی

اقتدار کے ایوانوں میں شریعت بل کا معرکہ

مؤتمر المصنفین کی پیش کردہ اہم تاریخی دستاویز

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وعلیٰ الہٖ وصحبہ المتادبین بآدابہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام کسی خاص علاقہ، طبقہ یا قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام نوع انسانیت کو جامع اور ہمہ گیر ہے۔ اسی طرح تاجدار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین اور ورثا حضرات علما بھی کسی خاص نسل یا خاص ملک کے لئے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ علمائے حق نے ہر دور میں تعلیمات نبوت کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی طور پر دنیائے انسانیت کے لئے راہ ہدایت کے سنگ میل قائم کئے اور کفر و ظلمت کی فضاؤں میں ایمانی اور روحانی روشنی کے چراغوں کو دوام بخشا۔

خلیفہ راشد عمرؒ بن عبدالعزیزؒ، امام ابوحنیفہؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ، قاضی ابویوسفؒ، امام شعبیؒ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شیخ ابن العربیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام رازیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور خواجہ اجمیریؒ اپنے زمانہ کے علم و فضل، زہد و تقویٰ، سلوک و تصوف، تدریس، تصنیف و تالیف کے امام رہے مگر اس کے باوجود دینی سیاسیات کے مقتضیات کے مطابق دنیا کی راہ نمائی بھی کی۔ درس و تدریس کے حلقوں اور حجروں سے نکل کر میدانوں کی جادہ پیمائی حکمرانوں سے نبرد آزمائی، جابر سلاطین کے مظالم پر تنقید اور اصلاح و تدبیر کی مساعی ان کا ایک عظیم کارنامہ، تاریخ اسلام کا سنہری باب اور ایک اہم روئیداد ہے۔ برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی حیثیت اور شخصیت جامع اور ہمہ گیر تھی۔ وعظ و ارشاد، تصنیف و تالیف اور تصوف و سلوک کے امام ہونے کے باوجود ہندوستان میں سیاسی بدامنی اور قتل و غارت کی بیخ کنی، جماعت کی تنظیم، رجال کار کی تربیت بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان میں اعلاء کلمۃ اللہ، علم اور عمل اور سیاست و انقلاب کا گلزار ان ہی کا سجایا ہوا ہے۔ الجزائر کے امیر عبدالقادر، سوڈان کے محمد احمدؒ، امام السنوسیؒ اور سید احمد شہیدؒ سب اسی سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ ۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ ۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۔ مولانا مفتی محمودؒ ۔ قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ ۔ ان سب حضرات کی دعوت کا مرکز و محور، اخلاص و للہیت، احترام امت، علم و عمل میں سلف صالحین اور اکابر و مشائخ کا کامل اعتماد اور اتباع تھا۔ شاہ ولی اللہ کے تلامذہ ہوں یا سید احمد شہید کے جان نثار مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے روحانی فرزند ہوں یا شیخ الہند کی جمعیۃ کے مخلص ورکر اور علماء، شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے علوم و معارف کے خوشہ چین ہوں یا شیخ لاہوریؒ، حضرت امیر شریعتؒ ۔ مولانا مفتی محمودؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے کاروان جہاد کے سالار و راہنما سب سرفروشی و جانبازی کا تصور لے کر اٹھے اور صحیح تجدید و اصلاح کر کے ایک ایسی صالح اور انقلابی جماعت پیدا کر دی جس کے افراد شمع رسالتؐ کے پروانے اور سنت رسولؐ کے نمونے تھے جنہوں نے اپنے خون کے رشتوں اور علاقائی وابستگیوں کو ایمان و محبت، عقیدت و احترام اور اطاعت و جاں سپاری کے رشتوں پر قربان کر دیا تھا۔ ترویج شریعت کی جدوجہد میں عہدہ و منصب اور قیادت کی تحصیل کی بجائے سپاہی بننے پر اصرار کرتے تھے انہوں نے وقتی سیاسی ضرورت اور جماعت سازی کی بجائے افراد سازی کو ترجیح دی۔ وہ روحانی ترقی، باطنی کمال اسلامی سیاست، مذہبی انقلاب اور نفاذ شریعت جیسے عظیم مقاصد کے لئے مجاہدے، سرفروشی و جانبازی جہاد و قربانی، تجدید و انقلاب، فتح و تسخیر کی ضرورت و اہمیت کو جان کر بھی اخلاص و للہیت، روحانی و قلبی قوت، احترام اکابر اور سلف و صالحین کی کامل اتباع کو مقدم سمجھتے تھے۔ جب تک یہی وطیرہ رہا اکبر کے دین الٰہی سے لے کر بھٹو شاہی کے سامراج تک برصغیر میں اسلامی اقدار کے تحفظ، سیاسی کردار کے تسلسل اور علماء کی راہنمائی و قیادت کو دوام رہا۔

ایوبی آمریت کے خلاف بغاوت ہو یا ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت، ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفےٰ ہو یا ملک میں سیاست و انقلاب کا کوئی مرحلہ، حالات پر علماء حق کا تسلط رہا اور سیاست کی نبضوں پر ان کے ہاتھ رہے۔

پاکستان میں گذشتہ ۴۳ سال خصوصاً ماضی قریب کے ۱۲، ۱۳ سال سے نظام اسلام اور نفاذ شریعت کے ساتھ باطل قوتوں، مغربی دانشوروں، لادین سیاستدانوں اور نااہل حکمرانوں نے جو معاندانہ رویہ اختیار کیا اور انہوں نے اسلام کے ناقص نظام حکومت کے تاثر اور لادین مغربی جمہوریت کا صور اس بلند آہنگی سے پھونکا کہ خود مسلمانوں کے حکمرانوں اور سیاستدانوں سمیت عامۃ المسلمین کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی "سحر سامری" سے مسحور ہو کر رہ گیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس نقارخانہ میں ہر صدائے احتجاج اور ہر سعی اصلاح و اعلان حق طوطی کی

صدابن کر رہ گئی۔ لیکن بدقسمتی سے اچھے اچھے دینی اور خالص مذہبی سیاسی حلقوں میں بھی اس کے پُرجوش وکیل اور نقیب پیدا ہو گئے۔

اس خطرناک صورت حال کے خلاف آواز اٹھانا علماء حق کا اولین فریضہ، مذہبی و دینی ذمہ داری اور وقت کا بہت بڑا جہاد تھا۔ جابرانہ و آمرانہ نظام حکومت اور "ظالم حکمرانوں کی مخالفت کی طرح عام لوگوں اور ملکی سیاست کے ضلالت پر مبنی عمومی رجحان کے خلاف آواز بلند کرنا بھی افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" کے مصداق ہے کہ بعض حالات میں عوامی ذہن اور قومی فیصلہ اور سیاسی فضا اور حالات کا رخ بھی سلطان جائر کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

برصغیر کی پارلیمانی تاریخ میں صرف اور صرف قافلۂ علماء حق کے سالار اور جمعیۃ علماء اسلام کے پارلیمانی راہنما حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کی طرف سے ایوانِ بالا سینٹ میں نظامِ شریعت کے مکمل نفاذ شریعت کے سلسلہ میں ایک جامع آئینی خاکہ "شریعت بل" کے نام سے پیش کیا گیا جسے اولین مرحلہ میں ایوان نے بطور ایجنڈا کے منظور کر لیا مگر حکومتوں کے تاخیری حربوں اور منافقانہ رویئے کی وجہ سے اسے پانچ سال تک صعب آزما مراحل سے گذرنا پڑا۔ بظاہر یہ مراحل اہلِ اسلام کے لئے حیرت انگیز اور مایوس کن تھے مگر قدرت کو اس کے ذریعہ کچھ اور ہی منظور تھا۔ "شریعت بل" کی حمایت میں کراچی سے خیبر تک اور ملک و بیرونِ ملک عظیم تحریک چلی، اہلِ اسلام نے پھر سے نظامِ اسلام سے مضبوط وابستگی کا اظہار کیا، خوابیدہ جذبات بیدار ہوئے۔ ولولے تازہ ہو گئے اور یاس و قنوط کے بادل چھٹ گئے۔ اربابِ اقتدار، اہلِ ہویٰ والحاد، روسی و امریکی ایجنٹوں، عیاش و فحاش اور لادین عناصر کی آنکھیں اُس وقت چندھیا گئیں، دینی زوال و اندراس کا خواب دیکھنے والے حواس باختہ ہو گئے۔ جب یادگارِ سلف محدث کبیر، رہبر تحریک نفاذ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ پیرانہ سالی، ضعف و نقاہت کے باوجود اس کی حمایت و منظوری کے لئے میدانِ عمل میں آئے اور متحدہ شریعت محاذ بنا کر اس کے صدر کی حیثیت سے حکومت کی منافقانہ روش کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔

تحریک نفاذِ شریعت کا آغاز مورخہ ۱۳ رجون ۱۹۸۵ء کو نفاذِ شریعت کے مکمل نفاذ کے سلسلے میں ایک جامع آئینی خاکہ "شریعت بل" کے نام سے ایوانِ بالا سینٹ میں پیش کر دینے سے ہوا۔

جمعیۃ علماء اسلام، متحدہ شریعت محاذ، جہادِ افغانستان، متحدہ سُنی محاذ، اس وقت کے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کی بلائی ہوئی گول میز کانفرنس، اسلامی جمہوری اتحاد، آل پارٹیز نفاذِ شریعت کانفرنس، تحریک نفاذ شریعت مختلف دینی و سیاسی اتحادی محاذوں کے سٹیج سے "شریعت بل" کے نفاذ و منظوری کے کاز کو آگے بڑھایا جاتا رہا۔

ایوان بالا سینیٹ میں اس سلسلہ میں بھرپور معرکہ حق و باطل ہوا ، بالآخر پانچ سال کی ہنگامہ خیز اور طویل ترین جدوجہد کے بعد (۱۳ مئی ۱۹۹۰ء) کو "شریعت بل" ایوان بالا نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔

تحریک کے اصل بانی و محرک اور روح رواں سالار قافلۂ حق مولانا سمیع الحق مدظلہ ہیں۔ متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل ہو یا جمعیۃ علماء اسلام کے مسلک حقہ کے تحفظ و ترویج کے مراحل ، ناموس صحابہؓ کا تحفظ ہو یا رفض و بدعت کے خلاف متحدہ سنی محاذ قائم کرنے کا مرحلہ ، ایم آر ڈی کی تحریک بحالیٔ حکومت پیپلز پارٹی ہو یا مسلم لیگی حکومت کا شریعت بل کے بارے میں منافقانہ اور معاندانہ طرز عمل ، اسلامی جمہوری اتحاد کی تشکیل اور استحکام کا اقدام ہو یا عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل کے قیام اور ملک گیر تحریک کی ضرورت ! مولانا سمیع الحق مدظلہ اس میں اصل داعی اور محرک اور مین آف دی گیم کی حیثیت سے بنیادی اور کلیدی کردار ادا کرتے رہے۔

تحریک نفاذ شریعت کی ضرورت ، آغاز ، مختلف مراحل ، مشکلات ، صبر آزما راستے ، مختلف کردار ، قومی و ملکی اور عالمی سطح پر اس کی اہمیت اور ردعمل ، ملکی سیاست میں اس کے مثبت اور مفید نتائج و ثمرات پاکستان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے جسے کوئی بھی انصاف پسند مورخ فراموش نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ کی تفصیلات و جزئیات تو مستقبل کے مورخ کا فرض ہے۔ تاہم اس بات کی شدت سے ضرورت تھی اور کثرت سے علماء و افاضل اور احباب کا تقاضا بھی تھا کہ تحریک کے اغراض و مقاصد اور اہداف اور اس سلسلہ کے تاریخی مسلسل کردار کے صحیح خدوخال ، قائد تحریک حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی مختلف تقاریر ، علماء و مشائخ ، وکلاء اور عوامی اجتماعات سے خطابات ، سینیٹ آف پاکستان میں شریعت بل کے مقدمہ اور قومی اخبارات اور اہم ہفت روزوں کو انٹرویوز کی صورت میں منظر عام پر آتے رہے۔ اگر اسے مستقل کتابی صورت میں محفوظ کر لیا جائے تو نفاذ شریعت کی تحریک کو آگے بڑھانے میں کارکنوں کو علمی و دینی مواد ، معلومات اور صحیح راہنما خطوط ملتے رہیں گے۔

"اقتدار کے ایوانوں میں شریعت بل کا معرکہ" احباب مخلصین کے اسی مخلصانہ مطالبہ کی تکمیل کی حقیر سی کوشش ہے۔ جسے ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب اور ایک تاریخی دستاویز قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس میں ایوان بالا (سینیٹ) اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ ، آغاز ، رفتار کار ، صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی ، عورت کی حکمرانی ، جہاد افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے شامل ہیں۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو عام اجتماعات سے خطابات ، اخباری بیانات اور انٹرویوز کے علاوہ علماء و مشائخ ، جدید تعلیم یافتہ طبقوں ، وکلاء ، زمانہ حال کے دانشوروں اور مختلف الخیال اہل

علم وفکر کے سامنے اپنے احساسات وجذبات کی ترجمانی اور اندیشہ ہائے فردا اور خطرات کے اظہار کے جس قدر بھی مواقع ملتے رہے انہوں نے ارتدادی فکر، لادین ذہنیت، مادر پدر آزاد سیاست، دینی اقدار سے فکری بغاوت اور ارباب حکومت وسیاست کے معاندانہ ومنافقانہ طرز عمل کا بھرپور تعاقب کیا۔

مولانا مدظلہ کا مجموعہ تقاریر آپ کے سامنے ہے، پڑھتے جائیے تو آپ بھی میرے ساتھ یہ رائے قائم کریں گے کہ مولانا کی تقاریر، خطبات، انٹرویوز اور تمامتر مساعی کا بنیادی ہدف قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی، سنت اور اقوام عالم کے تاریخی تجربات کی مدد سے نفاذ شریعت کے ہدف کے حصول اور اسلامی انقلاب برپا نہ ہو سکنے کے حقیقی اسباب کے تلاش کرنے اور اسباب ومسببات میں باہمی ربط پیدا کرنے کی دعوت اور خالص شرعی نقطہ نظر سے اسلامی انقلاب کی راہ متعین کرنے کی دعوت ہے۔

مولانا نے اپنے سامعین اور مخاطبین میں مایوسی کے بجائے حوصلہ اور ہمت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اسلامی دعوت، خالص اسلامی طرز سیاست اور دینی قیادت کا علم ہاتھ میں لے کر شکستہ دل مسلمانوں کو غلبہ اور فتح ونصرت کی نوید سنائی۔ وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ہ (الآیۃ)

مولانا نے اپنی تقاریر اور انٹرویوز میں اپنے دل کا سوز، اپنی فکر کا ساز بلکہ اپنا جگر نکال کر رکھ دیا ہے جو ہر لحاظ سے بصیرت افروز اور ایمان پرور ہیں جو موصوف کی علمی ودینی اور سیاسی بصیرت، رائے کی اصابت، ان کی دعوت میں سچائی اور موعظت میں حکمت کا عمدہ مظہر ہیں۔ مولانا سیاست کے خارزار میں آئے مگر ان کا اولین اور آخری ہدف صرف اور صرف غلبہ حق اور نفاذ شریعت رہا۔

موصوف کے تخیلات کی دنیا، تمناؤں کا مرکز، تمامتر مساعی کا ہدف، خالص اسلامی طرز سیاست کے فروغ اور نفاذ شریعت کی جدوجہد کا میلان رہا، یہی ان کی زبان وادب، یہی ان کا جلسہ وجلوس، یہی ان کا منشور وپیغام یہی ان کا پارلیمانی کردار اور یہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور یہی ان کا سب سے بڑا اثاثہ اور سرمایہ حیات ہے ؎

میرا ساز گرچہ ستم رسیدۂ زخم ہائے عجم رہا
وہ شہید ذوق وفا ہوں میں کہ نوا میری عربی رہی

ان خطبات اور تقاریر کا تعلق اگرچہ ایسے دور سے ہے جو بظاہر گذر چکا ہے یا گذر جائے گا اور بعض ایسے عوامل، محرکات اور کردار جو بظاہر نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں لیکن ان میں جو باتیں کہی گئی ہیں وہ عالمگیر اور زندہ وجاوید صداقتیں ہیں جو قرآن مجید اور انقلاب محمدیؐ کے عمیق اور تاریخ کے وسیع مطالعہ پر مبنی ہیں وہ حالات جس ذہنی کیفیت، جن تحریکوں، ہنگاموں، حالات، فلسفوں اور حق وباطل کی باہمی کشمکش کا نتیجہ تھے وہ وقتی یا مقامی ہرگز نہیں۔ یہ دور سے یہ حالات اور یہی طریق واردات سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں، حکمرانوں

مولانا سید تصدق بخاری، گوجرانوالہ

اصل دیت کیا ہے

سو اونٹ یا دس ہزار دراھم؟

قصاص ودیت آرڈی ننس کے بعد اخبارات، جرائد میں تفصیلی مضامین کے علاوہ اس موضوع پر مفصل کتابیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں بحث وتحقیق اور تفحص وتدقیق سے مسائل کی مزید تنقیح اور حقائق کا اظہار اہل علم کا محمود طریق کار ہے۔ چنانچہ ذیل کے مقالہ میں حضرت مولانا سید تصدق بخاری ..... جو کئی ایک اہم علمی کتابوں کے مصنف بھی ہیں مذکورہ موضوع سے متعلق ایک اہم پہلو یعنی اصل دیت کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر پیش کر رہے ہیں۔ ادارہ اپنا حق رائے محفوظ رکھتے ہوئے مولانا کی تحریر نذر قارئین کر رہا ہے خاص اسی موضوع سے متعلق دیگر اہل علم کے تحقیقی رشحاتِ قلم کو بھی خصوصی اہمیت سے الحق کے صفحات میں شائع کیا جائے گا تاکہ اشکال اور ابہام اور غلط فہمی کے کسی ممکنہ ابہام کا بھی سدباب ہو سکے۔

(ادارہ)

★

مؤقر جریدہ "الحق" دسمبر ۱۹۹۰ء موافق جمادی الاول ۱۴۱۱ھ میں حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کا مقالہ "اسلام کا نظام قصاص ودیت" نظر سے گذرا تو بڑی قلق ہوئی کہ حضرت موصوف کو بھی دیت کی مقدار کے تعین میں سخت ذھول ہوا ہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ قتل خطاء کی صورت میں یہ خون بہا دس ہزار دراہم ہیں جو دو ہزار نو سو تولہ آٹھ ماشے چاندی کے مساوی ہے۔ لہذا اتنی مقدار میں چاندی کی مروجہ قیمت دیت شمار ہوگی الحق صـ۳۶۔ (ہرگز نہیں) پھر آگے جاکر یوں خامہ فرسا ہیں کہ:-

چاندی کے اعتبار سے شرعی معیار کا اظہار ضروری ہے۔ الحق صـ۳۷

حضرت مولانا صاحب موصوف سے اس ذھول کا ارتکاب اس لئے ہوا ہے کہ وہ اصل دیت کی احادیث مبارکہ پڑھنے کے باوجود بھول گئے ہیں۔ احادیث کے تتبع سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سونا و چاندی و گائے اور بکریوں وغیرہا کی تعداد کے تعین میں خیر القرون میں کمی بیشی اسی لئے ہوتی رہی ہے اور آئندہ بھی قیامت تک بوقت ضرورت

ہوتی ہی رہے گی۔ کیونکہ یہ چیزیں اصل دیت نہیں ہیں۔ اصل دیت سو اونٹ ہی ہیں۔ اسی لئے ان کی تعداد میں کبھی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی۔
مولانا موصوف خود لکھتے ہیں کہ:-

یہ قیمت تو اس وقت کے ساتھ ساتھ کم اور زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ موصوف نے جب حکومت کی مقرر کردہ دیت کو غیر شرعی دیت تسلیم کیا ہے تو پھر حضرت موصوف کی تولوں اور ماشوں والی پیش کردہ دیت بدرجہ اولیٰ واتم غیر شرعی ہے کیونکہ جس طرح حکومت نے سونے یا چاندی کو اصل دیت تصور کرکے سنگین غلطی کا ارتکاب کیا ہے اسی طرح حضرت صاحب نے دس ہزار (۱۰۰۰۰) دراہم کو اصل دیت تسلیم کرکے بہت ہی بڑی غلطی کا اظہار کیا ہے۔ آپ خود لکھتے ہیں:-

ایسا ہی ایک لاکھ ستر ہزار (چھ سو دس) روپے کا قطعی تعین بھی شرعاً درست نہیں اس لئے چاندی کے اعتبار سے شرعی معیار کا اظہار لازمی ہے۔ ملاحظہ ہو الحق ص۳۵۔

درحقیقت اصل دیت سو اونٹ ہی ہیں۔ اس لئے دیت کے فیصلہ کے وقت سو اونٹوں کی جو قیمت ہو وہی اصل دیت ہے دوسری جو چیزیں بھی سہولتاً دیت میں دی جائیں گی وہ بحساب سو اونٹوں کی مروجہ قیمت کے مساوی دی جائیں گی۔ مقررہ چیزوں کی صورت میں اس سے کم یا زیادہ دینے سے شرعی دیت ادا نہ ہوگی۔ جیسا کہ عنقریب آرہا ہے
۲۹۱۶ تولے ۸ ماشے کی موجودہ قیمت، بحساب ۵۵ روپے فی تولہ کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار چار سو سترہ روپے بنتی ہے جو کہ شرعی دیت نہیں ہے۔

غور فرمایئے موصوف کی مقرر کردہ دیت نفس حکومت کی مقرر کردہ دیت نفس سے دس ہزار روپے سے بھی زیادہ کم ہے۔ جو ناقص کیا بلکہ انقص ہے۔

حکومت نے قصاص و دیت کا جو آرڈی ننس ۱۴ اگست ۱۹۹۰ء کو جاری کیا وہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۰ء موافق ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۱ھ کو نافذ العمل قرار دیا گیا۔ جس کی دفعہ ۳۲۰ غیر محتاط ڈرائیونگ کے متعلق ناقص ہی نہیں بلکہ انقص تھی اس لئے اس کے خلاف ملک بھر میں زمینی ذرائع آمدورفت کو معطل کر دینے والی ہڑتال ہوئی۔ مذکورہ آرڈیننس میں یہ مرقوم ہے کہ غیر محتاط ڈرائیونگ کرتا ہوا جو ڈرائیور حادثہ کرکے کسی آدمی کو مار دے گا وہ مرنے والے کے ورثاء کو ایک لاکھ ستر ہزار چھ سو دس روپے بطور دیت دے گا۔ اس کے خلاف مظاہرے اور ہڑتال اس لئے ہوئے تھے کہ اس میں بھی دو نقص تھے۔ ایک تو اس میں اصل دیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ دوسرا، عاقلہ کا تعارف نہیں کرایا گیا اور نہ ہی ان کو دیت کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔

اس ہڑتال کا مطلب یہ لینا کہ اسلامی قوانین کو لوگ برداشت نہیں کرتے، سراسر غلطی اور بے اصل ہے۔
درحقیقت یہ ہڑتال اس لئے ہوئی تھی کہ قصاص و دیت کے آرڈی ننس میں ناقابل برداشت نقائص تھے

جن کی تنقیح لازمی ہے ۔

پھر انشورنس کمپنی کو دیت کی ادائیگی کا ذمہ دار قرار دینا ہر طرح سے شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے

قانون دیت —— اصل دیت سَو اونٹ ہی ہیں

ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری المصری المتوفی بہا سنۃ ثمان وعشرۃ ومائتین ۔ ۲۱۸ھ مطابق ۸۳۳ء ۔ الرسالۃ المستطرفۃ ۔ رقمطراز ہیں :۔

پہلا مقتول جس کا خون بہا (دیت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم فتح مکہ میں ادا فرمایا ۔ وہ جنیدب بن اکوع ہے ۔ اسے بنو کعب نے قتل کیا تھا نبی علیہ السلام نے اس کے خون بہا (دیت) میں سو اونٹنیاں دی تھیں ۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۸۴ باب فتح مکہ ۔

عن ابن عمر، قال : قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی درجۃ الکعبۃ یوم الفتح، فقال : الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ، ونصر عبدہ، وھزم الاحزاب وحدہ، الا ان قتیل العمد الخطاء بالسوط او العصا مائۃ من الابل مغلّظۃ، منھا اربعون خلفۃ فی بطونھا اولادھا.

دارقطنی ج ۳ ص ۱۰۵ ۔ البنایۃ فی شرح الھدایۃ ج ۴ ص ۸۴۲ ۔ ابن ماجہ ج ۲ ص ۸۷۵

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بیت اللہ شریف کی سیڑھیوں پر کھڑے ہوئے ۔ اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی ۔ پھر فرمایا شکر ہے اللہ کا جس نے اپنا وعدہ سچا کیا ۔ اپنے بندہ کو مدد دی ۔ اور اس نے تنہا دشمن کے لشکروں کو شکست دی ۔ آگاہ ہو جاؤ خطاء کا مقتول (قتل خطاء) وہ ہے جو کوڑے اور چھڑی سے مارا جائے ۔ اس میں دیت کے سَو اونٹ ہیں ۔ ان میں سے چالیس اونٹنیاں حاملہ (گابھن) ہیں ۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال کانت قیمۃ الدّیۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثمان مائۃ دینار او ثمانیۃ الاف درھم ودِیّۃُ اھل الکتاب

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خون بہا کے اونٹوں کی قیمت آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار دراہم تھی اور اہل کتاب کا خون بہا اُس زمانہ میں مسلمانوں کے خون بہا سے

---

۱ توفی ۴۸ھ ۲ شہید ۳۲ھ

يومئذٍ النصف من دية المسلمين
قال فكان ذلك كذلك حتّٰى
استخلف عمرؓ فقام خطيبًا فقال
ان الابل قد غلت قال ففرضها
عمرؓ على اهل الذهب الف دينار وعلى
اهل البقرہ مائتَىْ بقرةٍ وعلى اهل
الشاة الفَىْ شاةٍ وعلى اهل الحُلَلِ
مائتَىْ حلّةٍ ۔ قال وترك دية اهل
الذمة لم يرفعها فيما رفع من الديّة ۔

ابوداؤد ج۲ ص۲۷۷ كتاب الديات

عن ابن عباسؓ عن النبى صلى الله عليه
وسلم انه جعل الدية اثنى عشر
الف درهم

ترمذی ج۲ ص۲۲۴

علامه ابوالفضل جمال الدين عبدالله
محمد بن ابى الحسن مكرم بن احمد
ابن منظور الانصارى الخزرجى
الافريقى المصرى ولد ۶۳۰ھ مات
فى شعبان ۷۱۱ھ

قال : وكان اصل الدّية الابل
ثم قوّمت بعد ذلك بالذهب
والفضة والبقرہ والغنم وغيرها

لسان العرب ج ۱۱ ص ۴۶۱

نصف تھا جب عمرؓ کا زمانہ خلافت آیا تو انہوں
نے فرمایا قیمت اونٹ کی بڑھ گئی ہے اس
لئے سونا رکھنے والوں کے لئے ایک ہزار دینار
خون بہا مقرر کیا ہے اور چاندی رکھنے والوں
پر بارہ ہزار دراہم اور گائیں رکھنے والوں پر
دوسو گائیں اور بکریاں رکھنے والوں پر دو ہزار
بکریاں اور کپڑے رکھنے والوں پر کپڑوں کے
دوسو جوڑے مقرر کئے ہیں اور ذمی لوگوں کی
دیت وہی رکھی ہے جو پہلی تھی ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے
ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہزار
دراہم خون بہا (دیت) مقرر کیا تھا ۔۔۔
حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر تمام صحابہ کا اتفاق ہے
صاحب لسان فرماتے ہیں کہ اصل دیت ۱۰۰ اونٹ
ہی ہیں ۔ صرف لوگوں کی سہولت کے لئے ان
اونٹوں کی قیمت کے برابر، بعد میں سونا و چاندی
و گائیں اور بکریاں وغیرہا دیت مقرر کی گئی ۔
اس سے ثابت ہوا کہ دیت میں سونے چاندی کا
اعتبار نہیں ۔ اصل دیت جب اونٹ ہیں تو دیت
میں سو اونٹ ہی دینے ہوں گے ۔ یا پھر ان کی
قیمت کے برابر دوسری مقرر کردہ اشیاء ۔
دو سو گایوں کی اور دو ہزار بکریوں کی قیمت
بھی ۔ ایک لاکھ ستر ہزار چھ سو دس روپے سے
کہیں زیادہ بنتی ہے ۔ لہذا ایک لاکھ ستر ہزار

چھ سو دس روپے کی دیت درست نہیں۔

فقال الشافعي واحمد في رواية محمد بن المنذر الابل فقط فتجب قيمة الابل بالغة ما بلغت

البناية جلد ۴ ص ۴۸۵

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الا ان في قتل العمد الخطاء بالسوط والعصاء مائة من الابل مغلظة منها اربعون في بطونها اولادها وذهب قوم الى ان الدية المغلظة ارباع خمس وعشرون بنت مخاض وخمس وعشرون بنت لبون وخمس وعشرون حقة وخمس وعشرون جذعة

معالم التنزيل جلد ص ۲۴۵

دوسری جگہ ارشاد ہے:-

...... وان في النفس الدية مائة من الابل - ابو داؤد - نسائی

اصل دیت

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ بھی جوں کے توں فرماتے ہیں کہ اصل دیت سو اونٹ ہی ہیں۔ جو ان کی قیمت بنے اسی قیمت کی دوسری مقرر کردہ اشیاء دیت میں دینا ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خبردار رہو بیشک قتل عمد خطاء کوڑے (تازیانے) اور لاٹھی مارنے سے قتل ہوجائے تو اس کی دیت ۱۰۰ اونٹ ہیں۔ ان میں چالیس گابھن اونٹنیاں ہیں جن کے بطنوں میں ان کی اولاد ہو۔ اور ایک گروہ کا میلان اس طرف ہے کہ بلاشبہ دیت مغلظہ میں چار قسم کے اونٹوں پر مشتمل ہے۔

اولاً - ۲۵ ایسی اونٹنیاں جو ایک برس پورا کر کے دوسرے برس میں داخل ہوگئی ہوں۔

ثانیاً - ۲۵ وہ اونٹنیاں جو دو برس پورے کر کے تیسرے میں داخل ہوگئی ہوں۔

ثالثاً - ۲۵ وہ اونٹنیاں جو تین برس کی ہو کر چوتھے برس میں داخل ہوگئی ہوں۔ اور جفتی کے قابل ہوں۔

رابعاً - ۲۵ وہ اونٹنیاں جو چار برس پورے کر کے پانچویں برس میں داخل ہوگئی ہوں۔ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔

حضرت عمرو بن حزم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ قتل نفس کی اصل دیت سو اونٹ ہی ہیں

ابن خزیمة - ابن جارود - ابن حبّان - مسند احمد - بلوغ المرام کتاب جنایات۔

عن جابر بن عبد الله قال فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم فی الدّیة علی اهل الابل مائة من الابل وعلی اهل البقر مائتی بقرة وعلی اهل الشاة الفی شاة وعلی اهل الحلل مائتی حلة۔ مظہری ج۲ ص ۱۸۹- ابوداؤد عن عطاء بن رباح

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ والوں پر سَو اونٹ اور گائیں والوں پر دو سَو گائیں اور بکریوں والوں پر دو ہزار بکریاں اور کپڑوں والوں پر دو سو جوڑے کپڑے دیت مقرر فرمائی ہے۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رکھنے چاہیئے کہ اصل دیت سَو اونٹ ہیں اس لئے آج کل کپڑوں کے دو سَو جوڑوں سے دیت ادا نہ ہوگی - بلکہ اگر کپڑے ہی دینے ہوں تو پھر سو اونٹوں کی قیمت کے برابر کپڑا دینا ہوگا۔

عن عمرو[1] بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من قتل خطأً فدیته من الابل ثلاثون بنت مخاض وثلاثون ابنة لبون وثلاثون حقّة وعشر بنی لبون۔

وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقولها علی القری اربع مائة دینار او عدلها من الورق ویقوّمها علی ازمان الابل اذا غلت رفع فی ثمنها واذا اهانت نقص من ثمنها علی نحو الزمان ما کان فبلغ قیمتها علی عهد رسول الله

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خطاء سے مارا جائے اس کی دیت (سَو اونٹ ہیں) تیس ایسی اونٹنیاں جو ایک ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگی ہوں، اور تیس ایسی اونٹنیاں جو دو سال پورے کر کے تیسرے سال میں لگی ہوں۔ اور تیس ایسی اونٹنیاں جو تین تین سال کی ہو کر چوتھے سال میں لگی ہوں۔ اور دس ایسے اونٹ جو دو دو برس کے ہو کر تیسرے تیسرے برس میں لگے ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گاؤں والوں پر دیت کی قیمت چار سو دینار لگاتے یا اتنی ہی قیمت کی چاندی۔ اور دیت کی قیمت

---

[1] عمرو بن شعیب بن محمد بن عبداللہ بن العباس القرشی السہمی تو فی ۱۱۸ھ ثقہ تابعی - حافظ ابن حجر اور دوسرے محدثین نے کہا ہے انکی یہ سند معتبر ہے۔

اصل دیت

صلی اللہ علیہ وسلم ما بین اربع مائۃ دینار الی ثمان مائۃ دینار او عدلھا من الورق ثمانیۃ الاف درھم وقضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان عقلہ فی البقرۃ من اھل البقرۃ مائتی بقرۃ، ومن کان عقلہ فی الشاۃ علی اھل الشاۃ الفی شاۃ

(ابن ماجہ ج ۲ ص ۸۷۹)

اونٹوں کے نرخ کے حساب سے لگاتے۔ جب اونٹ گراں ہوتے تو دیت بھی گراں (زیادہ) ہو جاتی۔ اور جب اونٹ ارزاں ہوتے تو دیت بھی کم ہو جاتی۔ نبی علیہ السلام کے مبارک دور میں اونٹ کی قیمت چار سو دینار سے آٹھ سو دینار تک جا پہنچی تھی۔

آج کل اونٹوں کی جگہ اگر گائے بکری دیت میں دی جائے تو ان کی قیمتیں سب سے زیادہ ہیں۔ بتیل بکری لی جائے تو دو ہزار بکریوں کی قیمت تقریباً چالیس لاکھ روپے بنتی ہے۔ دو دھیل بتیل بکری دو ہزار روپے کی کم از کم

۴۰۰۰۰۰۰ = ۲۰۰۰ × ۲۰۰۰ — چالیس لاکھ روپے۔

میں نے بازار سے عام بکری کی قیمت معلوم کی تو دو ہزار بکریاں دس لاکھ کی ملتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ایک بکری کی قیمت پانچ سو روپے ہے تو دو ہزار بکریوں کی قیمت کیا ہو گی؟

۱۰۰۰۰۰۰ = ۲۰۰۰ × ۵۰۰ — دس لاکھ روپے۔

غور فرمائیے، سو اونٹوں کے بدلے دیت میں اگر دو ہزار بکریاں دی جائیں تو کم از کم دیت دس لاکھ بنتی ہے۔

۲۔ نبی علیہ السلام کا فیصلہ یہ بھی ہے کہ سو اونٹوں کی جگہ گائیں رکھنے والوں سے دو سو گائیں دیت میں دلائی جائیں مویشی منڈی سے قیمت معلوم کی تو پتہ چلا کہ ایک گائے بتیس سو کی ملتی ہے۔

۶۴۰۰۰۰ = ۲۰۰ × ۳۲۰۰ — چھ لاکھ چالیس ہزار

علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ولد ۷۶۲ھ توفی ۸۵۵ھ رقمطراز ہیں کہ:۔

قال الامام الاسبیجابی قیمۃ کل حلۃ خمسون درھما وقیمۃ کل بقرۃ خمسون درھما وقیمۃ کل شاۃ خمسۃ دراھم۔

(البنایۃ فی شرح الھدایۃ ج ۴ ص ۴۸۵)

علامہ اسبیجابی فرماتے ہیں کہ ایک جوڑا کپڑے کی قیمت پچاس دراہم اور ایک گائے کی قیمت پچاس دراہم اور ایک بکری کی قیمت پانچ دراہم تھی۔

آٹھ سو دینار۔ دس ہزار دراہم۔ سو گائیں۔ ہزار بکریاں۔ دو سو جوڑے کپڑوں کی قیمتیں سو اونٹوں کی قیمت کے برابر نہ تھیں۔ اس لئے سیدنا عمر فاروقؓ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ اب اونٹوں کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں لہذا سو اونٹوں کے بدلے

ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار دراہم یا دوسو گائیں یا دو ہزار بکریاں دیت میں دلائی جائیں گی۔

یاد رہے کہ دراہم و دنانیر اور گائیں اور بکریوں وغیرہا کی تعداد اس لئے بڑھتی گھٹتی رہی ہے کہ وہ اصل دیت نہیں ۔ دیت چونکہ سو اونٹ ہی ہیں اس لئے ہر زمانہ میں اونٹوں کی اصل قیمت کے برابر دوسری مقرر کردہ اشیاء کی تعداد بڑھتی گھٹتی رہی ہے اور رہے گی۔

خیر القرون میں جب اونٹ ارزاں ہوتے تو دیت بھی کم ہو جاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اصل دیت کی قیمت چار سو دینار سے لے کر آٹھ سو دینار تک جا پہنچی تھی۔ چاندی کے آٹھ ہزار دراہم اس کے مساوی ہوتے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بھی ارشاد فرمایا کہ گائے والوں اور بیلوں والوں سے دیت میں دو سو گائیں اور بکریوں والوں سے دو ہزار بکریاں لی جائیں۔

ملحوظہ :- یہ بات ذہن نشین رہے کہ قتل نفس کی اصل دیت سو اونٹ ہی ہیں اس لئے سنت قائمہ کے مطابق ہر زمانہ میں اونٹوں کی قیمت کے نرخ کے حساب سے ہی دیت ادا کی جائے گی۔ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔

کما مر۔ ویقومها علی اثمان الابل فاذا غلت رفع قیمتها واذا هاجت رخص نقص من قیمتها

ابو داؤد، نسائی ۔ مظاہر حق ج ۳ ص ۲۶۶ ۔ مشکوٰۃ ص ۳۰۴

اور قیمت ٹھہراتے (نبی) دیت خطاء کی اوپر مول اونٹوں کے۔ پھر جس وقت مہنگے ہوتے اونٹ تو زیادہ کرتے قیمت دیت کی اور جب ظاہر ہوتی ارزانی اونٹوں کی تو قیمت کم کرتے دیت سے۔ ملاحظہ ہو مظاہر حق ج ۳ ص ۲۶۶

اس حدیث کے تحت شاہ عبدالعزیز[لہ] رحمہ اللہ محدث دہلوی کے شاگرد رشید اور نواسہ مولانا مخدومنا و مکرمنا حاجی محمد اسحاق[لہ] روح اللہ روحہ کے شاگرد رشید مولانا قطب الدین بن محمد محی الدین احراری الدہلوی ولد ۱۲۱۹ھ توفی ۱۲۷۹ رقمطراز ہیں کہ :-

کہا طیبیؒ نے یہ دلالت کرتی ہے کہ اصل دیت میں اونٹ ہیں پس اگر نہ ملیں (اونٹ) تو واجب ہوتی ہے قیمت ان کی جس قدر کہ ہو۔ (ملاحظہ ہو مظاہر حق ج ۳ ص ۲۶۷ ۔ طبع اول شیخ غلام علی)

ایک اور جگہ قتل عمد کی دیت کی بابت ارشاد ہو رہا ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اصل دیت میں سو اونٹ ہی ہیں۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور ان کے

لہ ولد ۱۱۵۹ھ مطابق ۱۷۴۹ء توفی ۱۲۳۹ھ مطابق ۷ اجولائی ۱۸۲۳ء

لہ ولد ۱۱۹۷ھ ۲۶ ذی الحجہ ۔ توفی ۲۵ رجب ۱۲۶۲ھ ۔ محدث لاہوری ثم دہلوی

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : من قتل متعمداً دفع الی اولیاء المقتول فان شاؤا قتلوا، و ان شاؤا ، اخذو الدیۃ ، وھی ثلاثون حقّۃ و ثلاثون جذعۃ و اربعون خلفۃ وما صالحوا علیہ فھولھم

ترمذی جلد ۲ ص ۴۲۱

لسان العرب جلد ۱۵ ص ۳۱۳

باپ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جان کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو قاتل کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کیا جائے گا۔ وہ اگر چاہیں تو قاتل کو اپنے مقتول کے بدلے قتل کر دیں اور اگر وہ چاہیں تو دیت لے لیں۔ اور وہ دیت سو اونٹنیاں ہیں۔ ان میں سے تیس ایسی اونٹنیاں ہیں کہ تین برس پورے کر کے چوتھے برس میں داخل ہو گئی ہوں اور تیس وہ جو چار برس پورے کر کے پانچویں برس میں داخل ہو گئی ہوں۔ اور چالیس اونٹنیاں گابھن (حاملہ) ہوں گی۔ اور مقتول کے وارث جس بات پر صلح کر کے فیصلہ کریں وہی قاتل پر واجب ہو گی ــــ دوسری جگہ قتل خطاء کی اصل دیت بھی سو اونٹ ہی مقرر فرمائے گئے ہیں۔

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دیۃ الخطاء عشرون حقۃ وعشرون جذعۃ و عشرون بنت مخاض و عشرون بنت لبون و عشرون بنی مخاض۔

ابن ماجہ جلد ۲ ص ۸۷۹

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ توفی ۳۲ ۳۳ھ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قتل خطاء کی اصل دیت میں بیس اونٹنیاں وہ ہیں جو تین سال پورے کر کے چوتھے سال میں داخل ہو گئی ہوں۔ اور بیس اونٹنیاں ایسی ہوں جو چار سال پورے کر کے پانچویں سال میں لگی ہوئی ہوں۔ اور بیس اونٹنیاں وہ جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں لگی ہوئی ہوں اور بیس اونٹنیاں وہ جو دو برس کی ہو کر تیسرے برس میں داخل ہو

ہوں اور بیس اونٹ وہ جو ایک ایک سال کے ہو کر دوسرے سال میں لگے ہوئے ہوں۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دیۃ الخطاء عشرون حقۃ و عشرون جذعۃ وعشرون بنت مخاض وعشرون بنت لبون وعشرون بنی مخاض
ابوداؤد ج۲ ص ۲۷۷۔ ابن ماجہ ج۲ ص ۱۹۳

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ خطاء کی اصل دیت (سو اونٹ ہیں) بیس اونٹنیاں وہ جو چوتھے برس میں لگی ہوں۔ اور بیس اونٹنیاں وہ ہیں جو پانچویں برس میں لگی ہوں۔ اور بیس اونٹنیاں وہ ہیں جو دوسرے برس میں لگی ہوں۔

مطبوعہ مجتبائی دہلی۔ ابن کثیر ج ا ص ۵۳۵۔ نسائی۔ ترمذی۔ مظہری ج ۲ ص ۱۸۷۔ مؤطا امام مالک ۲۹۳۔ باب الدیۃ کتاب العقول۔

ہذا عند امام احمد و امام اعظم رحمہما اللہ

وان قتیل الخطاء شبہ العمد قتیل السوط والعصاء، دیۃ مغلظۃ منہا اربعون فی بطونہا اولادھا، یعنی مائۃ من الابل۔ دارقطنی ج۳ ص۱۰۵۔ ابن ماجہ ج۲ ص۸۸

اور قتل شبہ عمد وہ ہے جو کوڑے اور لاٹھی سے مار دیا جائے اس کی اصل دیت مغلظہ سو اونٹ ہیں جن میں چالیس گابھن (حاملہ) اونٹنیاں ہیں۔

اجمعت الصحابۃ علی المائۃ لکنھم اختلفوا فی سنھا
البنایۃ فی شرح الہدایۃ ج۴ ص ۴۸۴

"تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ اصل دیت میں سو اونٹ ہی ہیں لیکن ان کی عمروں میں ان کا اختلاف ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الا دیۃ الخطاء شبہ العمد ما کان بالسوط والعصاء مائۃ من الابل منہا اربعون فی بطونہا اولادھا۔
نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی۔ ابوداؤد
مشکوٰۃ باب الدیات

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کوڑوں اور لاٹھیوں سے مارا جائے وہ خطاء شبہ عمد ہے۔ اس کی دیت سو اونٹ ہیں جن میں چالیس گابھن اونٹنیاں ہیں۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمقدار الدیۃ وانہا مائۃ من الابل ضمنہا حدیث سہل بن ابی حثمۃ فی القتیل الموجود بخیبر وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وداہ بمائۃ من الابل۔ وروی سفیان بن عیینہ عن علی بن زید بن جدعان عن القاسم بن ربیعۃ عن ابن عمر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ فقال الا ان قتیل خطاء العمد بالسوط والعصا فیہ الدیۃ مغلظۃ مائۃ من الابل اربعون خلفۃ فی بطونہا اولادہا۔ و

ارشاد نبوی ہے کہ دیت کی مقدار سو اونٹ ہیں۔ حضرت سہل کی حدیث اس پر گواہ ہے کہ خیبر میں نبی علیہ السلام نے سو اونٹ دیت میں دئے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قتل خطا العمد وہ ہے جو کوڑوں اور لاٹھیوں سے مار دیا جائے اس کی دیت مغلظ سو اونٹ ہیں جن میں چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں گی۔

فی کتاب عمرو بن حزم الذی کتبہ لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی النفس مائۃ من الابل۔ وروی عمرو بن دینار عن طاؤس قال فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ الخطاء مائۃ من الابل۔

اور عمرو بن حزم کو جو خط نبی علیہ السلام نے لکھا تھا اس میں بھی یہی تحریر فرمایا تھا کہ قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہے۔

حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کی دیت سو اونٹ ہی مقرر فرمائی ہے

احکام القرآن للجصاص ج۲ ص۳۲ باب مبلغ الدیۃ من الابل۔ وباب شبہ العمد ج۲ ص ۲۲۹

پھر یہ بات قابل غور ہے کہ امام جصاص فرماتے ہیں یہ کہیں نہیں فرمایا گیا کہ دیت بارہ ہزار یا دس ہزار دراہم ہے اور نہ یہ فرمایا کہ دیت ایک ہزار دینار ہے۔ بلکہ ہر زمانہ میں سو اونٹوں کی قیمت کو دیکھا گیا ہے (جصاص ج۲ ص ۲۴۵)

بلاشبہ سیدنا عمر فاروق نے بھی صحابہ کرام کی موجودگی میں اصل دیت سو اونٹ ہی بتائی ہے۔ پھر کسی صحابی نے اس سے انکار نہیں کیا اور اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ (البنایۃ ج۴ ص ۴۴۴)

اور دیت آزاد مسلم کی سو اونٹ ہے۔ جب اونٹ نہ مل سکیں تو ان کی قیمت واجب ہے جیسا کہ حضرت

عمرؓ نے سو اونٹوں کی قیمت کے برابر سونے والوں پر ہزار دینار اور چاندی والوں پر بارہ ہزار دراہم دیت کے مقرر کئے تھے۔ اور ایک گروہ نے یہ کہا ہے کہ ذمی اور معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہے (معالم ص ۲۴۵)

صاحب بنایہ لکھتے ہیں :-

یعنی دیت سوائے اونٹوں کے اور کسی چیز کی ثابت نہیں۔

حضرت ثوری اور حضرت حسن بن صالح رحمہا اللہ فرماتے ہیں۔ کہ دیت میں درہم و دنانیر دیتے وقت اونٹوں کی قیمتوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ درہم و دنانیر کی قیمتیں بڑھتی گھٹتی رہی ہیں اور ہم نے کتاب میں اسی کو بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ دیت اونٹوں ہی میں موقوف رہی ہے۔ وہ کسی اور چیز سے ثابت نہیں۔ کیونکہ توقف اسی میں ہے کہ (دیت سو اونٹوں ہی کی) شرع شریف میں وارد ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ اصل دیت کی اونٹوں کے سوا کوئی اور مقدار ہمارے علم میں نہیں۔ اگر کوئی قاضی اس کا حکم دے تو اس کے اس حکم کا نفاذ ہی نہ ہوگا کیونکہ دیت میں سو اونٹوں کے سوا کسی اور چیز کا حکم نافذ ہی نہیں سکتا۔ اصل دیت میں سو اونٹوں کی مقدار پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے ان کا اختلاف صرف ان کی عمروں کے بارے میں ہے۔ (البنایۃ ج ۴ ص ۴۶۳)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انه جعل الدية من الورق قيمة الابل لا انه اصل فى الدية (جصاص ج ۲ ص ۲۳۷) چاندی سے دیت اونٹوں کی قیمت کے حساب سے دی گئی ہے کیونکہ چاندی اصل دیت نہیں ہے۔

بقیہ: شریعت بل

اور ارباب بست وکشاد کے دل و دماغ پر برابر پڑتے رہتے ہیں جن کا رشتہ قرآن حکیم اور ایمانی چشموں سے کٹ کر مادی فلسفوں اور جماعتی یا شخصی مفادات سے قائم ہوجاتا ہے ان کا خطرہ کلی تو کجا جزوی طور پر بھی تاہنوز زائل نہیں ہوا ہے۔ اور نہیں کہا جاسکتا کہ مفاد پرستی اور ابلہ فریبی کی باد صرصر کب تک چلتی رہے گی۔ اس لئے اس کی ضرورت سمجھی گئی کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ان وقیع تقاریر، خطبات اور انٹرویوز کو کتابی شکل میں شائع کردیا جائے۔

جو قرآنی حقائق اور تاریخی بصائر اس میں پیش کئے گئے ہیں وہ انقلاب اسلامی اور تحریک نفاذ شریعت کے کارکنوں اور بہی خواہان قوم و ملت کے سامنے آتے رہیں۔ فان الذکرى تنفع المؤمنين۔

مولانا سید محمد رابع ندوی

خلیج کی جنگ اور مختلف کردار

(بے لاگ تجزیہ اور حقیقت پسندانہ جائزہ)

عراق تباہ ہو رہا ہے، کویت تباہ ہو چکا۔ ملت اسلامیہ کا یہ خطہ جس کو خلیج عربی اور خلیج فارسی کہتے ہیں۔ لہولہان اد
حول سے چُور ہو رہا ہے۔ اور یہ سب قصہ ایک آن پر اور محض ناک اونچی رکھنے کے لیے ۲ر اگست کو عراق نے کویت
بہ قبضہ کرلیا۔ اور وہاں کی سب دولت لوٹ لی۔ اس نے اس اقدام سے قبل کویت پر اور اس کے پڑوسی عرب ملکوں
یہ الزام لگایا کہ ان کی غلط پالیسی سے عراق کو اقتصادی پریشانیوں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ تیل سستا
ۓ رہے ہیں اس کی وجہ سے تیل کا مارکیٹ مندا ہوگیا ہے جس کی وجہ سے عراق کا تیل بھی سستا فروخت ہو رہا
ہے اور کویت اپنے شمالی علاقہ سے جو عراقی سرحد سے متصل ہے تیل اس طرح نکال رہا ہے کہ اندر اندر عراق کا تیل بھی
ع کھنچ کر کویت کے تیل کے کنوئیں میں چلا جاتا ہے لہذا ہمارے تیل کی ایک مقدار کویت میں چلی گئی ہے۔ ہم نے آٹھ سال
ن سے جنگ لڑی ہے، نہ لڑتے تو ایران فتح کرتا ہوا ان خلیجی ملکوں کو بھی فتح کرلیتا۔ لہذا یہ ملک ہمارا گھاٹا پورا کریں اور
رے ملک میں جنگ سے جو تباہی آئی ہے اس کو ٹھیک کرنے کے لئے ہم کو مدد دیں۔ اور تیل کی پالیسی میں ہماری بات
ں۔ خلیج کے ان ملکوں نے جن میں سعودی عرب اور کویت پیش پیش تھے کہا کہ جنگ میں ہم نے پچاس ارب ڈالر
ں کھرب روپے) کی مدد پہلے ہی دی ہے کچھ اور لے لو لیکن ہم سارا مطالبہ پورا کرنے کے حال میں نہیں۔ جھگڑا بڑھا تو عرب
۔ اور مؤتمر اسلامی نے صلح صفائی کی کوشش کی لیکن صدر عراق صدام حسین نے کہا کہ قطع الاعناق لاقطع الارزاق
ی گردنیں کٹوائیں گے لیکن پیٹ کی ضرورت نہ کٹوائیں گے) اور اسی کے ساتھ اپنی فوج کویت کی سرحد پر لگادی
یت نے دوستوں کو متوجہ کیا۔ سعودی عرب اور مصر نے سمجھایا۔ صدام حسین نے کہا کہ ہم لڑ نہیں رہے ہیں، یوں ہی اثر ڈالن
ہتے ہیں۔ ہوتے ہوتے بالآخر یکم اور ۲ر اگست کی رات کو فوج کویت کے اندر داخل کردی۔ اور قبضہ کرکے فوج کویت
بنو با سرحد تک پہنچا کر سعودی عرب کی سرحد پر لگادی اور کہا کہ ہم سعودی عرب کو بھی سمجھ لیں گے اور یہ نعرہ دے
ہ اب تو فلسطین کو فتح کرنا ہے۔

لیکن پہلے ان عرب ملکوں کو سمجھ لیں اور کہا کہ آؤ مسلمانو! جہاد کرو فلسطین کو آزاد کرانا ہے۔ عرب ملکوں نے کہا کہ

فلسطین کا راستہ ادھر سے کب ہے۔ اور فلسطین پر آج تک تو کوئی گرمی نہیں دکھائی۔ کویت پر قبضہ کرتے وقت اسلام کا جذبہ زور کرنے لگا۔ ان سب کا جواب صدر صدام حسین نے یہ دیا کہ بس کچھ نہیں، اب تو جہاد ہوگا فلسطین لیں گے اور جو ہمارے راستہ میں رکاوٹ ڈالے گا اس کو بھی ہم سمجھ لیں گے۔

کویت کے تعلقات برطانیہ سے تھے، اور سعودی عرب کے تعلقات امریکہ سے۔ عراق کی تیاری اور ٹریننگ روس نے کرائی تھی۔ لہٰذا یورپ اور امریکہ کی طاقتیں اپنے حریف روس کے خطرہ کو سامنے رکھتے ہوئے کویت اور سعودی عرب کو بچانے کے لئے لاؤ لشکر کے ساتھ پہنچنا شروع ہوگئیں۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ عراق فوراً کویت چھوڑ کر واپس چلا جائے ورنہ ہم طاقت کے زور سے اس کو کویت سے نکالیں گے۔ اس مناظرہ میں پانچ ماہ لگ گئے۔ اور بتدریج امریکہ اور یورپ خطرناک فوجی تیاریوں کے ساتھ سعودی عرب کے شمال مشرقی علاقے میں جماؤ کرتے چلے گئے۔

دنیا کے ہر ملک نے عراق کو سمجھایا کہ کویت چھوڑ دے تاکہ جنگ کی نوبت نہ آئے۔ جنگ بڑی تباہ کن ہوگی اور نقصان ادھر کا ہو یا اُدھر کا، صرف مسلمانوں کا ہوگا۔ اسرائیل دور ہے اس کا نمبر مسلمانوں کے بعد آئے گا۔ لیکن صدام حسین نے نہ مانا۔ ان کے سامنے تو یہ تھا کہ گردنیں کاٹنا منظور، پیٹ کٹنا منظور نہیں (قطع الاعناق لاقطع الارزاق) اور ہماری طاقت ایسی ہے کہ ہم تو فلسطین کو بھی آزاد کرائیں گے اور امریکہ کی فوجوں کو خون میں نہلا دیں گے اور امریکہ کو پتہ چلے گا جب اس کے فوجیوں کے تابوت امریکہ پہنچیں گے۔

دنیا کا مسلمان جو جرأت کے ساتھ بولنے پر خوش ہوتا ہے اور دشمن کو للکارنے پر خوشی میں بے قرار ہو جاتا ہے، اور نعرہ لگانے والے کے نہ حالات دیکھتا ہے اور نہ اس کے مخفی مقاصد کو بلکہ ایسے لیڈر کو آنکھ بند کرکے اپنا ہیرو بنا لیتا ہے۔ صدر صدام حسین کا فوراً عاشق اور فدائی بن گیا اور اس طرح صدر صدام حسین نے اپنی ملک گیری اور حصول مال کے کام کو جہاد اور فلسطین کے نام سے خلط ملط کرکے اپنے کو مسلمانوں کا ہیرو بنالیا۔ حالاں کہ اس قصہ سے پہلے وہ اپنے ملک کے اسلام پسندوں اور دینداروں کو کچلتے رہتے اور الحاد کے اصول پر کام کرنے والی "البعث العربی" پارٹی کے جھنڈے اور دستور کے تحت عراق کی حکومت چلاتے رہے اور کویت فتح کرتے ہی جہاد فلسطین کا جھنڈا اٹھا لیا۔ اور کویت چھوڑنے کے مسئلہ کو آن وعزت کا مسئلہ بنالیا۔ حالانکہ اس کے نتیجہ میں ایک خوں آشام جنگ کا خطرہ نظر آرہا تھا جس میں ایک طرف ان کی تیار کی ہوئی طاقت تھی اور دوسری طرف متعدد زبردست طاقتیں تھیں۔

بالآخر ان کی ضد نے جنگ تک پہنچا دیا جس کے نتیجہ میں اسرائیل کو نقصان پہنچانا تو کیا ہوتا اس کو اور بھی مضبوط کر دیا۔ اور امریکہ کے فوجیوں کے تابوت بنانا تو کیا ہوتا خود عراقیوں کے ہزاروں فوجی خاک وخون میں لوٹ گئے۔ اور برابر جان ومال کی تباہی ہوتی جارہی ہے اور دیکھئے کہاں رکے، عراق کے شہری اور فوجی ترقیاں ٹوٹتی اور پھوٹتی چلی گئیں اور ٹوٹتی پھوٹتی چلی جارہی ہیں اور اسرائیل بالکل چاق وچوبند اور مضبوط ہے اور اس کو

مزید حفاظت و تقویت کے لئے مزید اسلحہ اور مدد مل رہی ہے اور عراق کے نقصانات کا حال یہ ہے کہ خود اس کے نائب وزیر اعظم سعدون حمادی نے کہا کہ اب تک ہمارے تیس ہزار آدمی مارے جا چکے ہیں اور ہم کو امریکہ پچاس سال پیچھے دھکیل چکا ہے اور اب کیا چاہتا ہے ۔ اور جنگ اور تباہی جاری ہے ۔ اور اب تو یہ خطرہ ہے کہ شکست کے بعد عراق کے حصے بخرے کر کے مدت دراز تک اس کو کسی قابل نہ رکھا جائے ۔

صدام حسین کے کویت پر قبضہ کر کے اس کو نہ چھوڑنے پر اصرار سے ایسی تکلیف دہ صورت حال پیدا ہو گئی پھر اس جھگڑے نے دنیا کے مسلمانوں کے درمیان بہت بڑی دراڑ ڈال دی ۔ جذباتی اور نظریاتی تصادم کی گرم فضا بن گئی اور عربوں کی یکجہتی تو بالکل پاش پاش ہو گئی ۔ جس دشمن کے لئے عربوں کو سخت اتحاد اور یکجہتی کی ضرورت تھی وہ اس کی ایسی مار پیٹ ، گالی گلوچ سے مسرور و مطمئن ہوا ۔ اور عرب مسلمانوں کا وہ اہم ترین خطہ جو دولت و مال کا گنجینہ تھا ، میدان جنگ بنا نقصانات جو ہو رہے ہیں ان کے محیر العقول اور رنجیدہ اعداد و شمار بعد میں معلوم ہو سکیں گے ۔ کیا صدام حسین کے اس طریقہ کار و اصرار سے کوئی اچھا نتیجہ نکالا جا سکتا ہے ؟ اور اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم کی جا سکتی ہے ؟ لیکن رنج کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک تعداد اس میں بھی حسن ظن کی راہ نکال رہی ہے ۔

حسن ظن کی راہ نکالنے والے مسلمان تین طرح کے ہیں ۔ ایک تو بدعتی خیالات رکھنے والے افراد ہیں جو عرصہ سے سعودی حکومت سے حجاز میں قبروں کو سادہ رکھنے اور ان پر نذر نیاز و تقدیس کو روکنے کی وجہ سے بیزار ہیں اور ان کی یہ بیزاری ان کی اس خواہش میں تبدیل ہو چکی ہے کہ وہاں سے سعودی اقتدار ختم ہو اور وہاں ان کے علاوہ کوئی بھی آ جائے ۔ ایسے مسلمانوں کی تعداد عوام میں بہت ہے ۔ دوسرے مسلمانوں کے اشتراکیت پسند افراد ہیں جو سیکولر ذہن کے روشن خیال قائدین کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور ان کو شاہی نظام حکومت سے شدید اختلاف ہی نہیں بلکہ اس طرح کی نفرت ہے جیسی کافروں اور ملحدوں کی حکومت سے ہوتی ہے ۔ وہ اشتراکی مزاج قائد کی سب کمزوریوں کو نظر انداز کر سکتے ہیں لیکن شاہی نظام کے قائد کی کمزوریوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور ان کو اپنے نظریہ کی اصل بنیاد بناتے ہیں ۔

اس مزاج کے لوگوں کے نزدیک اگر عراق کی قومی آمدنی سعودی عرب کے لگ بھگ ہونے کے باوجود وہاں کے عوام غریب اور پھٹے پرانے حال میں ہوں تو وہ اہمیت نہ دیں گے بلکہ یہ کہہ دیں گے کہ یہ جھوٹی خبریں ہیں اور سعودی عرب میں اگر خواص عوام سب خوشحال ہوں تو کہہ دیں گے کہ اس سے کیا ہوتا ہے ۔ عراق میں قومی اور حکومتی آمدنی کی فراوانی کے باوجود اسلامی مقاصد اور مسلمانوں کی بہبود کو مدد نہ دی جاتی ہو تو اس کی کوئی تاویل کریں گے اور سعودی عرب سے بے حد فیاضانہ مدد اور کام ہوتا ہو تو کہدیں گے کہ اس سے کیا ہوتا ہے ۔ بادشاہ اور امیر کے حوالی مالی اسراف بھی تو کرتے ہیں اور عیش کرتے ہیں ۔ لہذا اول الذکر بہرحال ہمدردی اور تائید کے قابل ہوا ہے اور ثانی الذکر

نفرت اور تردید کے۔ تیسری قسم ہمارے مخلص و دیندار قائدین میں سے بعض افراد کی ہے یہ قابلِ احترام بھی ہیں اور اچھے جذبے کے لوگ بھی ہیں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عراق کا نظام حکومت یقیناً ملحد بعثی جماعت کے زیر اقتدار رہا ہے۔ صدام حسین کا ماضی بھی مذہب بیزار رہا ہے۔ اور اسی کے ساتھ عوام کو آزادیٔ رائے سے محروم رکھنے والا اور ظلم و جبر کا بھی رہا ہے۔ لیکن آخر میں اس کی تقریریں اور وعدے بڑے اسلامی جذبے کے سامنے آئے کیا تعجب ہے کہ وہ بدل گئے ہوں اور اب اللہ ان سے اسلام کے فروغ کا کام لے۔ ہمارے ان قابلِ احترام و دیندار قائدین کا یہ حسنِ ظن ان کے دلوں کی نیکی اسلام کی سربلندی سے ان کی بے تحاشا محبت کا نتیجہ ہے اور صدام کی آخری دنوں میں باتیں اور تقریریں واقعی مؤثر اور اچھا گمان پیدا کرنے والی تھیں۔ بڑی خوشی کی بات تھی کہ یہ تصور و حسنِ ظن حقیقت بنتا۔ لیکن افسوس ہے کہ صدام حسین کے اس طرح کے روح پرور وعدوں اور نعروں کی مثالیں مشرقِ وسطیٰ کے گذشتہ چالیس سالہ دور میں متعدد قائدین کے یہاں ملتی ہیں جن میں شروع میں اہلِ دین خوب خوش ہوتے رہے۔ اور آخر میں خوب نقصان اٹھا کر مایوس ہوتے رہے۔

شروع میں جمال عبدالناصر پھر معمر قذافی کے معاملہ میں اس سے زیادہ یہ بات رہی۔ اگر صدام حسین کا طرزِ عمل اور ان کی زندگی ان کے اسلام پسند وعدوں اور تقریروں کے بعد بدل جاتی اور وہ ملحدانہ اصول پر مبنی بعث پارٹی سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور اپنے ان بعثی رفقاء کو جو عیسائی اور یہودی پس منظر کے ہیں۔ اب سے اپنا قریب ترین اور معتمد رفیق نہ رکھتے یا بعث پارٹی اور اس کے یہ معتمد ترین ارکان اپنے پرانے نظریات سے برأت کا اعلان کر دیتے اور صدام حسین فلسطین کو آزاد کرانے کا کام فلسطین سے شروع کرتے۔ اس سے پہلے بھائیوں سے لڑنے اور اپنے ہی گروہ کی طاقت کو توڑنے سے ابتداء نہ کرتے پھر کویت فتح کر کے اپنے مجسموں کو وہاں جگہ جگہ نصب کرنے اور گھروں میں اپنی تصویریں آویزاں کرنے سے منع کرتے اور کویت فتح کر کے وہاں کے عوام کے کاروبار کو برباد اور وہاں کی دولت کو لوٹنے سے منع کرتے تو یہ ظاہر ہو سکتا تھا کہ ان میں تبدیلی آگئی ہے .... اور وہ شاید اپنے اسلامی نعروں میں مخلص ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ نہ ہوا بلکہ ان تمام امور میں ان کا رویہ حسبِ سابق افسوسناک ہی رہا۔ ہمارے دین دار اور مخلص قائدین نے ان باتوں پر غور کی نظر نہیں ڈالی ان کو یہ دیکھنا چاہئے تھا اور یہ سمجھنا چاہئے تھا کہ اس وقت دنیا میں سیاست بڑی چالاکی سے چل رہی ہے کہیں ان کے سیاست دان ان کو بھی اپنی چرب زبانی سے دھوکہ نہ دیں۔

اور اب تو حالات اور بھی زیادہ واضح ہوتے جاتے ہیں اچھی امیدیں موہوم ثابت ہو رہی ہیں اور خطرات حقیقت بنتے جا رہے ہیں مسلمانوں کو آپس کے تعلقات میں مالی اور جانی معاملات میں اتنا بڑا نقصان سامنے آرہا ہے جسے دیکھ کر رنج ہی رنج کیا جا سکتا ہے اور کوئی مداوا نہیں اور مزید رنج کی بات یہ ہے کہ کئی تجربوں کے بعد بھی مسلمان اب بھی چرب زبانی اور نعروں کی سیاست سے اس طرح دھوکہ کھاتے ہیں جیسے پہلے تجربہ میں کھائے افسوس! والی اللہ المشتکی +

افادات شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ ۔ ضبط و ترتیب :۔ مولانا سید الرحمٰن دیروی

تراجم قرآن کی ضرورت اور حزم و احتیاط

دعوت توحید، اسماء الحسنٰی اور تحمید و تمجید

ترجمۂ قرآن بصورت دورۂ تفسیر (جسے مولانا عبد القیوم حقانی تعلیمی سال کے دوران پڑھاتے ہیں) کی اختتامی تقریب (منعقدہ ۱۴ رجب ۱۴۱۱ھ) سے شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ کا آخری درس و خطاب

خطبہ مسنونہ کے بعد!

قل ادعوا اللّٰہ او ادعوا الرحمٰن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنٰی الخ الآیۃ

حضرات اساتذہ کرام اور میرے طالب علم بھائیو!

یہ ایک بڑی مبارک مجلس ہے اس میں قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر کے ایک حصہ کا ختم ہو رہا ہے جسے مولانا عبد القیوم حقانی صاحب پڑھاتے رہے ہیں۔ مبارک اس وجہ سے بھی ہے کہ یہ درس قرآن اور ذکر کی مجلس ہے۔ بخاری شریف میں حدیث مروی ہے کہ مجالس ذکر میں جو لوگ ذکر کے لئے حاضر ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی حاجت مند اپنی دنیوی حاجت کے سلسلہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہ بھی محروم نہیں رہتا ہے هم الجلساء لا یشقی جلیسهم بہرحال یہ مبارک مجلس ہے اس میں یہاں بھی ثواب ملے گا اور جو کسی حاجت کے سلسلے میں آیا ہے ان کو بھی ثواب ملے گا۔ پڑھانے والے اور پڑھنے والے تو اصل ثواب کے مزے لوٹیں گے۔ آپ سب کو قرآن مجید کے ترجمہ کی افادیت معلوم ہے کہ یہ اصلاح کا ایک بڑا ذریعہ ہے میرا خود بھی تجربہ ہے کہ میں نے ایک سال قرآن کا ترجمہ اپنے گاؤں میں پڑھایا تو لوگوں نے خود بخود داڑھیاں رکھیں۔ حالانکہ میں نے داڑھی کا مسئلہ بیان نہیں کیا تھا۔ خدا کی شان ہے کہ ہم منبر پر بہت سارے مسائل بیان کرتے ہیں لیکن ان کا اثر نہیں ہوتا ہے اور جب عوام کے سامنے سادہ اور سلیس ترجمہ کرتے ہیں تو لوگ خود بخود نمازی بن جاتے ہیں اور داڑھیاں رکھ لیتے ہیں۔ بے شک بڑی برکتیں ہیں اور یہ اصلاح کا بڑا ذریعہ ہے۔ واضح رہے کہ تراجم کے بھی دو قسمیں ہیں:۔

۱۔ ایک ہمارے اکابر کے تراجم ہیں کہ قرآن کے ہر مضمون کو بڑے تحقیق کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ توحید، رسالت، قیامت بشریت بلکہ ہر مسئلہ کی خوب تحقیق کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرے وہ تراجم ہیں کہ قرآن اگرچہ سبب اصلاح ہے اور سبب اجتماع ہے لیکن یہ تراجم خصوصاً بعض رمضانی تراجم سبب افتراق بن جاتے ہیں۔ اور مسلمان گروہ در گروہ بٹ جاتے ہیں جتنے تراجم ہوتے ہیں اتنے فرقے بن جاتے ہیں ان کے درمیان ہمدردیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک دوسرے کو کافر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ محبت اور باہمی رواداری کی نگاہیں ختم ہو جاتی ہیں۔ انتخابات میں زنادقہ کو ووٹ دیتے ہیں لیکن خلاف مسلک عالم کو ووٹ نہیں دیتے۔ طلبہ کے لئے ضروری ہے کہ ایسے ترجمہ کے قریب بھی نہ جائیں۔ اس سے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ بہرحال ترجمہ سبب اصلاح ہے اس کو سبب افتراق نہ بنائیں۔ اور تفرقہ ڈالنے والے تراجم سے دور رہیں۔

عزیزو! اگر آپ فکر کریں تو دیوبندیت مسلک حقہ کی ناقابل شکست جماعت تھی اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن تین باتوں نے اس کو بہت نقصان پہنچایا۔ آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

۱۔ اولاً ان کو سیاست میں باہمی تفریق نے کمزور کیا۔

۲۔ دوسرا سبب جس سے یہ جماعت کمزور ہو گئی وہ جدید افکار پر مبنی تراجم ہیں۔ یہ مترجمین اپنے کو دیوبندی ظاہر کرتے ہیں اور درحقیقت کچھ اور ہوتے ہیں اگر دیوبندی علماء انتخابات کے لئے کھڑے ہوں تو یہ لوگ ان کو ووٹ نہیں دیتے بیرونی طاقتوں کی آلہ کار قوتوں کو ووٹ دیں گے۔ لیکن دیوبندی عالم کو نہیں دیں گے۔

میرا مقصد اعتراض نہیں بلکہ آپ سب کو آگاہ کرنا ہے کہ اس افتراق سے گریز کریں۔

کیا ہم توحید کی خدمت نہیں کرتے؟ اور بدعات پر نکیر نہیں کرتے؟ ہم تو حد سے زیادہ بدعات کی تردید کرتے ہیں بہرحال افتراق سے بچیے۔ عزیزو! آج بہت سی باتوں پر روس اور امریکہ اتفاق کر سکتے ہیں لیکن ہمارے بعض مترجمین باہمی اتفاق نہیں کرتے۔ تو کیسے یہ وطن کی خدمت کریں گے اور اسلام کو ترقی دیں گے۔

۳۔ تیسرا سبب نقصان یہ ہے کہ بہت سے قابل طلبہ ہمارے ساتھ مدرسہ میں وقت گذارتے ہیں لیکن وطن جا کر سکول یا کالج میں استاد بن جاتے ہیں اور تدریس کی عظیم خدمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ سکول و کالج میں جانا ناجائز ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس سے آپ کی عظیم تدریسی صلاحیتیں اور حریت فکر مجروح ہو جاتی ہے۔ ان چیزوں نے اس جماعت حقہ کو بہت نقصان پہنچایا۔ بہرحال ترجمہ بذات خود سبب اصلاح ہے۔ اس کو سبب افتراق نہ بنائیں۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن۔

۱۔ ترجمہ۔ کہہ اللہ کو پکارو یا رحمن کو، جو کہہ کر پکارو گے سو اسی کے ہیں سب نام خاصے۔

۲۔ ترجمہ۔ یو لوکہ مسمی کرو اللہ تعالیٰ کو اللہ کے نام سے یا رحمان کے نام سے۔ تو اجازت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے بہت سے

اچھے اچھے نام ہیں۔ یعنی دعا سے مراد یا پکار ہے اور یا تسمیہ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ رحمان اسم ذات ہے سریانی یا عبرانی ہیں۔ اسی وجہ سے عرب اس نام سے ناواقف تھے۔ لیکن یہ کلام مخدوش ہے کیونکہ یہ لفظ اگر عجمی ہوتا تو بالاتفاق غیر منصرف ہوتا۔ حالانکہ اس کے انصراف اور عدم انصراف میں اختلاف ہے۔ اور اگر یہ اسم ذات ہوتا تو ترکیب میں صفت واقع نہ ہوتا۔ سورہ فاتحہ وغیرہا میں یہ لفظ اللہ کا صفت واقع ہوا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تجہر بصلاتك ۔ امام رازی نے صلاتک کے بہت معنی ذکر کئے ہیں اور امام بخاری نے دو معانی ذکر کئے ہیں۔ قرأت، جو کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ دعا، جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے۔

وقل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدًا ۔ اور کہہ دیجئے کہ ساری صفات اللہ کے لئے ہیں وہ اللہ جس نے بچے کو نہیں رکھا یعنی حقیقی اولاد نہیں ہے اس لئے کہ اولاد تو جز ہوتی ہے اور اگر اللہ کے لئے جز ثابت ہو جائے تو نعوذ باللہ، اللہ مرکب ہو جائے گا۔ حادث ہو جائے گا۔ تو اللہ کے لئے حقیقی اولاد بھی نہیں لیکن کسی کو ولدیت کی بنا پر رکھا بھی نہیں۔ ای لم یتخذ ولدًا ۔ جیسا کہ اگر کسی کا بچہ نہ ہو تو متبنیٰ کے طور پر کسی کو رکھے۔

وجہ یہ ہے کہ متبنیٰ تو وہ رکھتا ہے جس کو یہ اندیشہ ہو کہ ضعف اور بیماری کی صورت میں میرے نان و نفقہ کا کوئی نہ ہو گا تو کسی کو متبنیٰ بنا لیتا ہے اور خدا ایسا نہیں بلکہ وہ تو ہر ایک کا خالق و مالک و رازق ہے۔

ولم یکن لہ شریکٌ فی الملك ۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی بادشاہی اور تصرف میں شریک نہیں۔

ولم یکن لہ ولیٌّ من الذل ۔ اور نہیں ہے اللہ کے لئے کوئی معاون اور امدادی۔

آیت کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی شخص امداد حاصل کرتا ہے تو تین طرح کے آدمیوں سے حاصل کرتا ہے ایک تو یہ کہ اس سے سافل ہو دوسرا وہ کہ اس سے مساوی ہو تیسرا وہ کہ اس سے عالی ہو۔

بہرحال یہاں پر تینوں کی نفی ہو گئی۔ لم یتخذ ولدًا کہ خدا کے لئے ایسے معاون کی ضرورت نہیں جو اس سے سافل ہو کیونکہ بچہ غالبًا اسفل ہوتا ہے۔ ولم یکن لہ شریکٌ فی الملک میں مساوی کی نفی آ گئی کیونکہ شریک فی الشئی اس کا مساوی ہوتا ہے۔ ولم یکن لہ ولیٌّ من الذل اس میں عالی کی نفی ہو گئی۔ کہ معاذ اللہ اللہ عاجز ہے تو یہ اس کا دوست اور معاون ہو اور اللہ تعالیٰ کی امداد کرے۔ تو اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ ان تینوں میں کسی کا محتاج نہیں۔ وکبرہ تکبیرًا ۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف بڑائی اور کبریائی کی نسبت کریں بڑائی کے ساتھ کہ خدا ہر قسم کے امدادی سے بڑا اور عظیم ہے نہ اس کے لئے والد ہے نہ اس کے لئے ولد ہے نہ اس کے ساتھ کوئی مساوی ہے نہ اس سے کوئی بڑا ہے۔

اسی آیت کریمہ میں ان کفار پر بھی نفی آ گئی جنہوں نے اللہ کے لئے وُلَد یا شریک ثابت کیا ہے اسی طرح اللہ کے لئے کوئی امدادی ہو تو اس کی بھی نفی آ گئی۔ جناب مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی کا اصرار تھا کہ مجھ سے آخری درس دلائیں۔ ہم نے شرکت کر لی خدا ہمیں برکتیں عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

نزلہ کُشتن روزِ اوّل

گلے میں خراش محسوس ہو یا چھینکیں آنا شروع ہوں تو سمجھ لیجیے کہ نزلہ زکام کی آمد آمد ہے۔ اسے معمولی بیماری سمجھ کر نظرانداز نہ کیجیے۔ فوری جوشینا لیجیے ورنہ زکام، کھانسی اور بخار جیسے تکلیف دہ امراض لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔

جوشینا۔ صدیوں سے استعمال ہونے والے جوشاندے کے نہایت مؤثر، کافی وشافی قدرتی اجزا کا خُلاصہ (ایکسٹریکٹ) ہے جو ہمدرد کے ماہرینِ فن نے سال ہا سال کے تجربات وتحقیق کے بعد جدید دور کے مصروف انسان کے لیے تیار کیا ہے تاکہ اسے جوشاندے، کو ابالنے، چھاننے اور شکر ملانے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔ ایک پیکٹ جوشینا ایک کپ گرم پانی میں ڈالیے فوری استعمال کے لیے جوشاندے کی ایک خوراک تیار ہے۔

Adarts-JOS-1/89

انٹرویو: مولانا رحمت اللہ فاضل حقانیہ —— تحریر: مولانا عبدالقیوم حقانی

جہادِ افغانستان

مشاہدات —— و —— تاثرات

مولانا رحمت اللہ حقانی جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کے تلمیذ اور مادرِ علمی دارالعلوم حقانیہ کے قابلِ فخر روحانی فرزند ہیں۔ عرصہ آٹھ سال سے مسلسل جہادِ افغانستان کے میدانِ کارزار میں مختلف محاذ جنگ پر روسی دشمن سے برسرِ پیکار ہیں۔ موصوف دارالعلوم کے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ جہادِ افغانستان سے متعلق مختلف پہلوؤں پر سنتے اور سناتے رہتے ہیں، چند روز قبل دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو احقر نے عرض کیا: دارالعلوم میں زمانۂ طالب علمی اور دورانِ تعلیم کیسے اور کیونکر جہاد میں جانا ہوتا تھا؟

مولانا رحمت اللہ حقانی نے فرمایا: — جب ہم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کے پاس جایا کرتے تھے تو آپ کے ہاں جہاد اور مجاہدین کا تذکرہ ہوتا اور آپ ان کی ہمت افزائی فرماتے، ان کا بڑا اکرام فرماتے، بڑی توجہ اور اہمیت دیتے جس سے ہمارے عزائم میں نئے ولولے پیدا ہوتے۔

میں نے جہاد کا ارادہ اور مصروف ہونے کا عزم ظاہر کیا تو ارشاد فرمایا: — ماشاءاللہ خوب عزم ہے برخوردار! یہ بڑا اہم اور زبردست کام ہے۔ الحمدللہ ہمارے دارالعلوم کے تمام طلبہ اس میں حصہ لے رہے ہیں اور ہم ہمہ وقت اپنے طلبہ اور فضلاء کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

○ ایک مرتبہ جب مجھے رمضان المبارک میں اپنے بعض زخمی رفقاء جہاد کے ساتھ پشاور کے ایک ہسپتال میں خدمت کا موقع ملا اور میرے بعض رفقاء حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح سے ملنے کے لیے پشاور سے اکوڑہ چلے آئے تو بعد میں ایک زخمی مجاہد زخموں کی تاب نہ لاکر شہید ہوگیا۔ میں اپنے رفقاء کو اطلاع دینے کے لیے جب رات تقریباً دو بجے اکوڑہ پہنچا اور رفقاء کو خبر دی تو ہم سب واپسی کے لیے تیار ہوگئے۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح کو ہماری واپسی اور زخمی مجاہد کی شہادت کا علم ہوا تو اسی وقت اعذار و امراض، اوپر کی منزل اور سیڑھیوں کے صعب ترین راہ کے باوجود ہمارے پاس اپنی بیٹھک میں تشریف لائے۔ حالات دریافت فرمائے، بے انتہا شفقت فرمائی اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور ہمیں اپنے شہید رفیق کی خدمت کے سلسلہ میں رخصت مرحمت فرمائی۔

○ ارگون کے محاذِ جنگ پر غالباً رات کے دو بجے میرا پہرہ تھا اور میں ڈیوٹی پر تھا تو میں نے مشرقی جانب روشنی دیکھی یہ روشنی کوئی معمولی روشنی نہ تھی خوب روشنی تھی۔ مجھے حیرت ہوئی اپنے رفقاء سے کہا کہ اپنے مجاہد بھائی اپنی گاڑیوں کی بتیاں بجھائے بغیر بلا خوف وخطر کیسے دشمن کے قلعہ کے پہلو میں چلے آرہے ہیں، انہیں چاہیئے تھا کہ بتیاں بجھا دیتے، اور اپنی حفاظت کا اہتمام کرتے۔ وہاں کے مقامی رفقاء نے بتایا کہ جو نیا رفیق آتا ہے اسے یہی اشتباہ رہتا ہے، یہ روشنی کسی موٹر کی بتیوں کی نہیں یہاں تین چار شہیدوں کی قبریں ہیں اور گاہے گاہے ان سے یہ روشنی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ نور ہے جسے دیکھ کر عام مجاہدین کا حوصلہ بڑھتا اور ہمت افزائی ہوتی ہے۔

○ اسی ارگون محاذِ جنگ کا واقعہ ہے کہ جب ہمارے شہداء کی تیس لاشیں دشمنوں نے اپنے کنٹرول میں لے لیں اور فوجی ہیلی کاپٹروں نے ان پر دوائی بھی چھڑک دی، ہمارے مجاہدین نے روسی فوج سے مذاکرات کے بعد جب شہداء کی لاشیں حاصل کیں تو ۳۰ میں سے ۷ شہداء کو واپس لانے کے لیے مجھے دیگر رفقاء کے ساتھ خدمت کا موقعہ ملا، جب ہم شہداء کے اجساد کو واپس لے آئے تو محاذِ جنگ کے امیر نے حکم دیا کہ کسی بھی وارث یا ولی کو شہید کی لاش حوالے نہ کی جائے۔ لہٰذا سب کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ تین روز کے بعد جب ورثاء نے اصرار کر کے اپنے شہداء کو اپنے علاقوں میں لے جانے کے لیے ان کی لاشوں کو نکالا تو ۹، ۱۰ روز گذر جانے کے بعد سب نے دیکھا کہ شہداء کی لاشیں اسی طرح تر و تازہ پڑی ہیں جیسے ابھی تازہ واقعہ شہادت پیش آیا ہو۔

○ اس سلسلہ کی ایک دلچسپ اور مجاہدین کے ساتھ باری تعالیٰ کی نصرت وحمایت کی بات یہ بھی ہے کہ اسی ارگون کے علاقہ کے والی (گورنر) نے ہمارے محاذِ جنگ کے کمانڈر کے ساتھ بات کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں یہ شہداء ہرگز تمہارے حوالے نہ کروں گا۔ جب کماندان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا تو والی نے کہا تم خود بھی آؤ، تمہارا رسول بھی آئے اور تمہارا خدا بھی آئے، سب کو لے آؤ میرا چیلنج ہے کہ مجھ سے اپنے شہید کا ایک بال بھی آپ نہیں لے جا سکتے ـــــ مگر قدرت نے دنیا کو یہ دکھا دیا کہ ہمارے شہداء بھی ہمیں موصول ہو گئے اور ہماری طرف سے جب دشمن کے ٹھکانوں پر میزائل لگے تو اُس والی کا ایک پاؤں کٹ گیا اور وہ اب تک ذلت ورسوائی کے ساتھ لنگڑاتا ہوا زندگی کے سانس پورے کر رہا ہے۔

○ احقر نے جب دریافت کیا کہ روسی دشمنوں کے ساتھ جب آپ کا واسطہ پڑتا ہے تو آپ لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر دینِ اسلام کے بارے میں ان کے تاثرات کیا ہوتے ہیں؟ تو مولانا رحمت اللہ حقانی نے فرمایا:۔ میرا ایک ذاتی واقعہ یہ ہے کہ خوست کے محاذِ جنگ پر ہمارے رفقاء نے شدت کی جنگ کے بعد دشمن کے ایک ضابط (فوجی افسر) کو بھی شدید زخمی کر دیا، جنگ ختم ہوئی تو ہم اسے اٹھا کر لے آئے۔ ہمارے ایک ساتھی نے اس سے کہا کہ جب ہم تجھے لے جا رہے ہیں اور ہسپتال میں تمہارا علاج بھی کرنا ہے، کیا ہی بہتر ہوتا کہ تم کلمۂ اسلام

(باقی ص۵۲ پر)

پروفیسر حافظ امان اللہ - شعبۂ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

قرآن مجید
اور
دعوتِ دین

قرآن پاک نے سورۂ آل عمران میں امت مسلمہ کو دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ایک ساتھ حکم دیا ہے یہ دو الگ الگ حکم نہیں ہیں۔ بلکہ دوسرا حکم پہلے حکم کی تشریح ہے۔ دعوت الی الخیر کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کو خدا کے پورے دین اور اس کی پوری شریعت کی طرف دعوت دی جائے۔ مفسرین نے کہا ہے کہ اسی بات کو مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اصطلاح میں بیان کیا گیا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:-

الدعوة الی الخیر جنس تحته نوعان احدهما الترغیب فی فعل ماینبغی وهو الامر بالمعروف. والثانی الترغیب فی ترک مالا ینبغی وهو النهی عن المنکر
(تفسیر کبیر ج ۷، ص ۱۷۸)

دعوت الی الخیر ایک جنس ہے اس کی دو نوع ہیں ایک یہ کہ ان کاموں کے کرنے کی ترغیب دی جائے جو مطلوب ہیں اسی کا نام امر بالمعروف ہے۔ دوسری یہ کہ ان چیزوں کو چھوڑنے کی ترغیب دی جائے جو نامطلوب ہیں اس کو نہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔

نظام الدین حسن نیشاپوری لکھتے ہیں:-

فلا جرم اتبعه المنوعین زیادة فی البیان

یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی الخیر کے بعد دونوں قسموں (یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کا ذکر مزید وضاحت کے لئے کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر دونوں حکموں کا منشا یہ ہے کہ دنیا کو خدا کے دین کی طرف بلایا جائے اور اسے بتمام وکمال غالب وسربلند کرنے کی کوشش کی جائے۔ معروف و منکر کی وضاحت کرتے ہوئے امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

راس المعروف الایمان باللہ وراس المنکر الکفر باللہ۔ معروف کی اصل اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے اور جس چیز سے

اللہ نے منع کیا ہے وہ منکر ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں :۔

"المتبادر من المعروف الطاعات ومن المنکر المعاصی التی انکرھا الشرع"

(روح المعانی جلد ۴ ص ۲۸)

بظاہر معروف میں تمام اطاعتیں شامل ہیں اور منکر سے وہ سب معصیتیں مراد ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے اہل علم کی تحقیقات کی روشنی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ معروف و منکر اخلاقی اصطلاحات نہیں ہیں بلکہ شرعی اصطلاحات ہیں اور یہ ان مطالبات کی ایک جامع تعبیر ہے جو خدا کا دین اور اس کی شریعت ہم سے کرتے ہیں۔ خدا کا دین جن عقائد و افکار کا، جن اصول عبادات کا، جن اخلاق و معاملات کا اور جن تمدن و سیاست کا ہمیں حکم دیتا ہے وہ سب معروفات ہیں اور جن غلط نظریات سے، عبادات کے جن طریقوں سے، اخلاق کے جن اصولوں سے اور جن قوانین تمدن و سیاست سے منع کرتا ہے وہ سب کی سب منکرات ہیں۔ ان ہی کے امر و نہی کا امت مسلمہ کو حکم دیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس	تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے نکالا
تأمرون بالمعروف وتنھون عن	گیا ہے، تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر
المنکر وتؤمنون باللہ ؕ	سے منع کرتے ہو اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

آیت کا انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ امت بحیثیت امت لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے اور اس لئے نکالی گئی ہے کہ لوگوں کو معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے وہ خود بخود وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے متعین مقصد کے لئے برپا کی گئی ہے اور ایک بڑا کام اسے انجام دینا ہے وہ یہ کہ دنیا کو خدا کی راہ دکھائے اور دین حق کی دعوت دے۔ ہر گروہ اپنا مقصد حیات متعین کرنے میں اور ہر جماعت اپنی راہ تلاش کرنے میں آزاد ہے۔ لیکن خیر امت اس گروہ کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر مان کر اپنے اس اختیار سے دست کش ہو چکا ہے اور خدا کے دئے ہوئے نصب العین کو بے چون و چرا تسلیم کر چکا ہے اس لئے اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ خود سے کوئی راہ متعین کرے اور اس پر دوڑ شروع کر دے جس روز امت مسلمہ اس جرم کا ارتکاب کرے گی وہ خیر امت کے مقام پر باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ساری دنیا میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم ملا ہے اور اس حکم کو بجا لانا اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ وہ خدا کی طرف سے ایک ڈیوٹی پر لگائی گئی ہے اور اس کی کامیابی و ناکامی کا فیصلہ کل قیامت میں اسی بنیاد پر ہونے والا ہے کہ اس نے ڈیوٹی کو انجام دیا یا نہیں۔

یہاں میں ایک اور نکتے کی وضاحت کرنا مناسب سمجھتا ہوں اور یہ کہ امت مسلمہ کو دعوت و تبلیغ اور

اصلاح و تربیت دونوں ہی کام کرنے ہیں یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض اپنے دائرے کے باہر بھی انجام دینا ہے اور اندر بھی۔ جو کام وہ اپنے دائرے سے باہر کرے گی اسے ہم دعوت و تبلیغ کہیں گے اور جو کام اپنے دائرے کے اندر کرے گی اسے اصلاح و تربیت کہا جا سکتا ہے۔ اور یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ یہ امت جس طرح دعوت و تبلیغ سے غافل نہیں ہو سکتی اسی طرح اپنی اندرونی اصلاح و تربیت کو بھی ایک لمحہ کے لئے نظر انداز نہیں کر سکتی۔ بلکہ جو کام وہ اپنے اوپر سے باہر کرے گی۔ اسے اپنے دائرے کے اندر پہلے کرنا ضروری ہے اگر وہ اپنے اوپر معروف کو قائم نہ کرے اور اپنے آپ کو منکر سے نہ روکے تو دوسروں کو صحیح معنوں میں نہ معروف کا حکم دے سکتی ہے اور نہ منکر سے روک سکتی ہے اور یہ دونوں ہی قسم کے کام آیت کی مفہوم میں شامل ہیں۔

امت مسلمہ کی موجودہ حالت پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ اصلاح و تربیت کی محتاج تو ہے ہی ساتھ ہی کسی نہ کسی حد تک دعوت و تبلیغ کی بھی محتاج ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت عملاً دو طبقوں میں بٹ گئی ہے ایک طبقہ امت کی اس اکثریت پر مشتمل ہے جو خدا، رسول اور آخرت پر یقین رکھتی ہے اور قرآن و حدیث کو اپنا مشعل راہ سمجھتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی بہت سی فکری و عملی خامیوں میں مبتلا ہے اس لئے وہ اس بات کی محتاج نہیں ہے کہ اس کو دین قبول کرنے کی دعوت دی جائے بلکہ وہ صرف اصلاح کی محتاج ہے۔

دوسرا طبقہ امت کے ان افراد کا ہے جن کا خدا کے دین پر ایمان تو شاید ابھی ختم نہیں ہوا ہے لیکن ان کے ذہنوں میں اس کی بنیادیں ہل ضرور گئی ہیں۔ ان کو اس امت سے جوڑنے والی چیز خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنّت نہیں ہے۔ بلکہ وہ سماجی اور نسلی تعلقات ہیں جو کسی گروہ کے ساتھ رہنے کے نتیجے میں فطری طور پر پیدا ہو جاتے ہیں یہ تعلقات اگر نہ ہوتے تو شاید دین و امت سے ان کا کوئی رشتہ باقی نہ رہتا۔

اس سے بھی آگے امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ صرف اس دین سے اختلاف رکھتے ہیں بلکہ علانیہ اس کا مذاق اڑانے میں بھی جھجھک محسوس نہیں کرتے۔ ظاہر ہے یہ سب لوگ دعوتِ دین کے اسی طرح محتاج ہیں جس طرح امت سے باہر لوگ اس کے حاجت مند ہیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اصطلاح میں امر و نہی کے الفاظ سے بعض اوقات یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ دعوت و تبلیغ کا کام نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لئے اقتدار اور حکومت کی ضرورت ہے۔ لیکن میں نے شروع میں اس اصطلاح کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے خود بخود اس شبہ کی تردید ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اہل علم کے جو خیالات پیش کئے گئے ہیں ان سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں دین کی دعوت و تبلیغ بھی شامل ہے یہاں میں مزید ایک دو تصریحات نقل کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن پاک نے خیر امت کا امتیازی وصف یہ بیان کیا ہے کہ وہ معروف کا حکم دیتی ہے اور منکر سے روکتی ہے۔

اس کی تشریح علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں :۔

قوله تامرون بالمعروف فانه يعنى تامرون بالايمان بالله ورسوله والعمل بشريعته بشرائعه الله. وتنهون عن المنكر يعنى وتنهون عن الشرك بالله وتكذيب رسوله وعن العمل بما نهى عنه (جامع البيان فى تفسير القرآن جلد ص: ۳)	تم معروف کا حکم دیتے ہو۔ یعنی کہ تم خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان اور اس کی شریعت پر عمل کا حکم دیتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو یعنی کہ تم خدا کے ساتھ شرک اس کے رسولؐ کی تکذیب اور جن چیزوں سے اس نے منع کیا ہے ان کے ارتکاب سے منع کرتے ہو۔

ملاجیون فرماتے ہیں :۔

تامرون بالمعروف اى بالايمان بمحمد والقرآن او بجميع الطاعات وتنهون عن المنكر اى عن الكفر وسائر المعاصى (التفسيرات الاحمديه ص ۱۲۴)	تم معروف کا حکم دیتے ہو یعنی محمدؐ اور قرآن پر ایمان کا حکم دیتے ہو۔ یا یہ کہ تم طاعتوں کا حکم دیتے ہو منکر سے منع کرتے ہو یعنی کفر اور تمام معصیتوں سے منع کرتے ہو۔

ان تصریحات کے بعد کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ علماء امت کے نزدیک امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ لوگوں کو خدا اور رسولؐ اور قرآن کی طرف دعوت دی جائے اور شرک کفر اور انکار رسالت سے منع کیا جائے اور یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ خدا کا دین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے انتہائی مخالف ماحول میں نازل ہوا۔ اس کا نظام اس وقت کے نظام سے اور اس کا مزاج اس وقت کے مزاج سے بالکل مختلف تھا۔ اس کا طریقہ کار عمل کی ان راہوں سے الگ تھا جن پر دنیا چل رہی تھی۔ لوگ اس سے نامانوس تھے اور اس کا نام سن کر گھبراتے تھے جو باہمت افراد اس کو قبول کرتے وہ اپنے حلقوں سے کٹ جاتے اور ماحول ان کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔ لیکن آہستہ آہستہ حالت بدلتی رہی اور لوگ خدا کے دین سے مانوس ہونے لگے۔ مختلف گروہوں سے کھچ کھچ کر اس کی طرف آنے شروع ہوئے اور اس کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں۔ اس دین کی خاطر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے بڑی قربانیاں دیں ایسی قربانیاں کہ تاریخ ان کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ وہ کمزور تھے تعداد کے لحاظ سے بہت تھوڑے اور بے سروسامان تھے۔ اس کے بالمقابل ان کے دشمن سازوسامان اور عددی قوت کے لحاظ سے بہت طاقتور تھے اور ہر طرف پھیلے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود آپؐ اور آپ کے صحابہؓ کبھی پست ہمت نہیں ہوئے۔ وہ صبر واستقلال کے ساتھ اپنے مخالفین کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان پر غالب آگئے اور خدا کی زمین پر خدا کی حکومت قائم ہو گئی۔

پس یہ معلوم کرنے کی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دعوتی کام بھی ہے یا محض سیاسی کام ؟ سب سے بہترین صورت یہ ہے کہ خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کارناموں پر نظر ڈالی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ آپ نے امر بالمعروف کا فریضہ صرف اقتدار و حکومت کے بعد ہی انجام دیا تھا یا اس سے پہلے بھی انجام دیا تھا کیونکہ آپ کی ذات مقدس میں ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے ۔ ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنا ہے ۔ اور وہی کام کرنا ہے جو آپ نے کیا تھا اس کا جواب ہمیں سورۂ اعراف میں ملتا ہے ۔ جس میں آپ کو امر بالمعروف کا حکم دیا گیا ہے ۔ سورۂ اعراف مکی ہے ۔ اس سورت میں امر بالمعروف کا حکم یہ ظاہر کر رہا ہے کہ امر بالمعروف غیر اسلامی ماحول میں تبلیغ دین کا نام ہے ۔ کیونکہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے خدا کے دین کی تبلیغ ہی فرماتے رہے اس وقت آپ حکمران نہیں تھے کہ ریاست کے ذریعے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض انجام دیتے ۔ یہ نہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ امر بالمعروف میں دعوت و تبلیغ بھی شامل ہے بلکہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امر بالمعروف کا آغاز تبلیغ و دعوت ہی سے ہوتا ہے اس کی سیاسی حیثیت اس کے بعد شروع ہوتی ہے ۔ مذکورہ حکم جو سورۂ اعراف میں نازل ہوا تھا یہ ہے :۔

خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلين	درگذر کیجئے معروف کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے ۔

آیت میں عرف کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو معروف کا ہم معنی ہے اور معروف جیسے کہ پہلے وضاحت کی گئی ہے ۔ خدا کے دین اور اس کی پوری شریعت کو کہتے ہیں ۔ یہ حکم آپ کو ایک ایسے ماحول میں ملا جس پر شرک کی حکومت تھی ۔ اور جو اپنے مزاج اور ساخت کے لحاظ سے سراسر توحید کے مخالف تھا ۔ چنانچہ آپ نے جب توحید کا اعلان کیا تو سارا ماحول دشمن بن گیا ۔ ہر طرف سے پُر زور مزاحمت اور مخالفت شروع ہوگئی ۔ اور آپ کو اس قدر صدموں اور اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا کہ اس کے تصور ہی سے روح کانپ جاتی ہے ۔ اس پس منظر میں امر بالمعروف کا مطلب واضح طور پر یہ ہے کہ حالات کی سنگینی اور نزاکت کے باوجود آپ خدا کا دین اس کے بندوں تک مسلسل پہنچاتے رہیں اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں ۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ دین کے کسی ایک پہلو کی تبلیغ کا حکم نہیں ہے بلکہ پورے دین کی تبلیغ کا حکم ہے ۔ دین کے کسی بھی حصے کو ہم اس حکم سے الگ نہیں کر سکتے ۔

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں :۔

ان الله امر نبيه صلى الله عليه وسلم ان يأمر الناس بالعرف وهو المعروف كلام العرب فمن المعروف صلة الرحم	" اللہ پاک نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو عرف کا حکم دیں ۔ کلام عرب میں " عرف " معروف کو کہتے ہیں اور معروف

من قطع واعطاء من حرم والعفو عن من ظلم وکلّ ما امر الله به من الاعمال اوندب الیه فهو من العرف ولم یخصص الله من ذلک معنیً دون معنی فالحق فیه ان یقال قد امرالله نبیه صلی الله علیه وسلم ان یأمر عباده بالمعروف کله لا ببعض معانیه دون بعض۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن جز ۹ ص ۹۸)

میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جو ہم سے رشتہ توڑ دے ہم اس کے ساتھ رشتہ جوڑیں جو ہمیں محروم کر دے ہم اس کا حق ادا کریں اور جو ہم پر زیادتی کرے ہم اس سے درگذر کریں۔ اور وہ تمام اعمال جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا جن کی اس نے ترغیب دی ہے ، معروف میں داخل ہیں۔ اللہ رب العزت نے اپنے اس ارشاد میں معروف کے کسی خاص اور محدود معنی کی تخصیص نہیں کی ہے۔ پس اس سلسلے میں جو صحیح بات کی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کو تمام معروفات کا حکم دیں نہ یہ کہ بعض کا حکم دیں اور بعض کا نہ دیں۔"

خازن اور بغوی نے امر بالمعروف کی تفسیر میں اسی خیال کی تائید کی ہے کہ یہ حکم اس پورے دین کی تبلیغ پر حاوی ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا ہے۔

اس آیت میں صرف امر بالمعروف کا ذکر ہے نہی عن المنکر کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح بعض آیات و احادیث میں صرف نہی عن المنکر کا ذکر ہے امر بالمعروف کا نہیں ہے لیکن یہ الفاظ کی حد تک ہے ورنہ امر بالمعروف کے حکم میں نہی عن المنکر اور نہی عن المنکر کے حکم میں امر بالمعروف خود بخود شامل ہے۔

علقمی کہتے ہیں :-

الامر بشیٍٔ نہی عن الضدّہ (کسی چیز کا حکم دینا (حقیقت میں) اس کی ضد سے منع کرنا ہے) اسی طرح ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تغیر منکر کا تو حکم دیا ہے لیکن اس کی جگہ معروف کو قائم کرنے کا ذکر نہیں فرمایا آپ کا ارشاد ہے :-

"من رأیٰ منکم افلیغیرہ بیدہ الخ جو کوئی تم میں سے منکر کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے بدل دے۔ الیٰ آخرہ

ملا علی قاری نے اس کی وجہ ان الفاظ میں بیان کی ہے لانّ النہی عن المنکر شامل لہ اذ النہی

(باقی ص ۴۳ پر)

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت

بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد
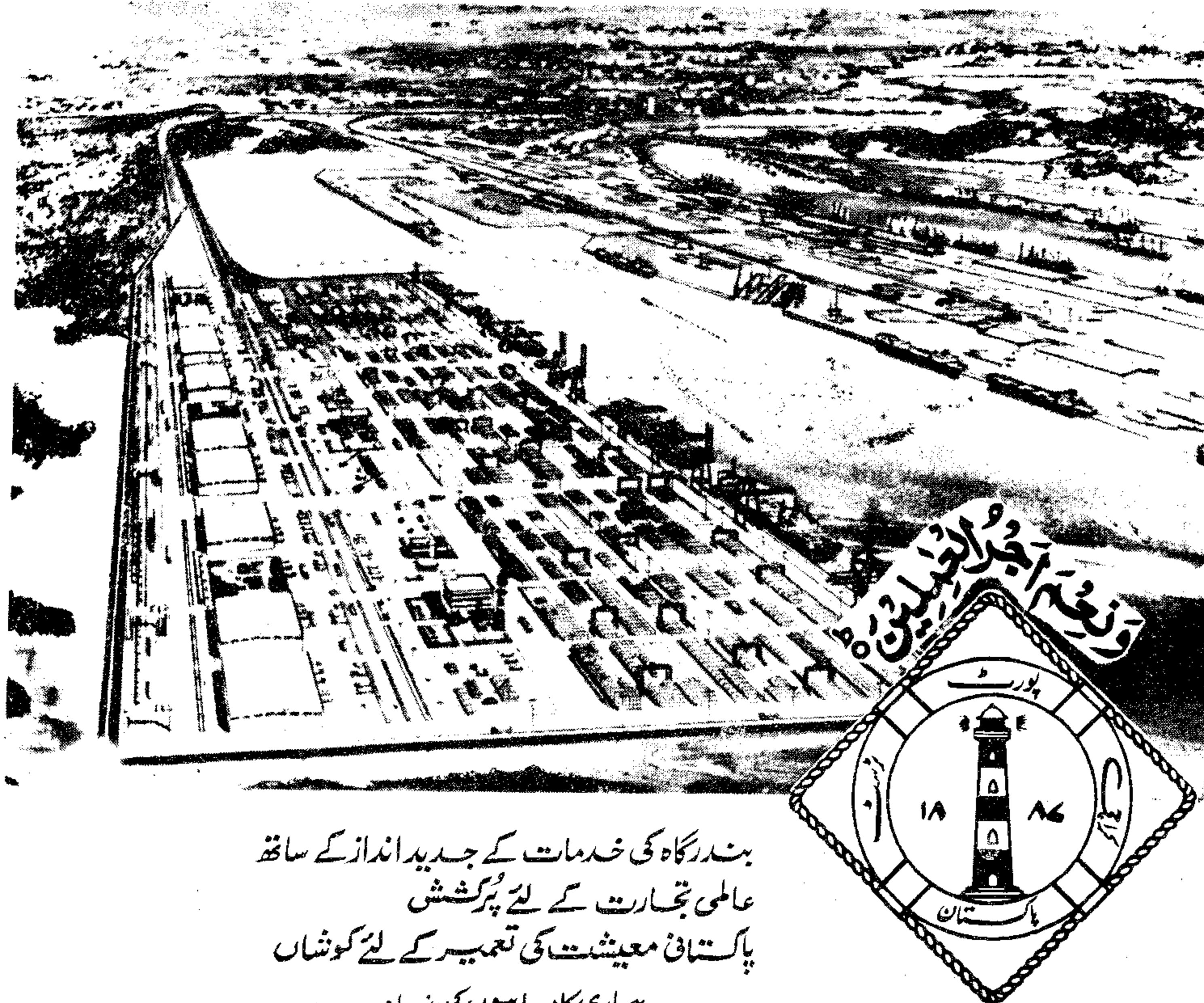
- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT · 4 / 88. PID · Islamabad

اپنی جہاز راں کمپنی
پی این ایس سی
کے
جہاز
سے مال بھیجئے
بروقت - محفوظ - باکفایت

PNSC

مولانا عبد القیوم حقانی

نفاذ شریعت کیلئے فکری انقلاب کی ضرورت اور اہم نکات

(۲)

اسلام کا نظام تعزیر اور اس کی تطبیق

اسی سلسلہ کا ایک ذیلی مگر اہم موضوع اسلام کا نظام تعزیر اور اس کی تطبیق کی صلاحیت ہے اس کا تعلق اگرچہ سابقہ دونوں موضوعات سے ہے مگر فقہ اسلامی کے الفاظ، اصطلاحات اور قانونی حد بندیوں کی وجہ سے اس کی الگ توضیح اور تشریح کرنی چاہیئے۔ جب کہ فقہی وعلمی تعریف اور عملی تطبیق کی رو سے اس کی ضرورت بھی ہے۔

شرعی زبان میں تعزیر اس سزا کا نام ہے جس کی حد شارع علیہ السلام نے مقرر نہ کی ہو اور اولی الامر کو اس بات کا حق ہو کہ وہ موقع اور حالات کے مطابق جو سزا مناسب ہو وہ تجویز کریں۔ تعزیر کا معنیٰ تادیب کے بھی ہیں۔ وہ جرم جن میں کوئی حد یا قصاص شارع کی طرف سے مقرر نہیں ہے۔ جیسے رمضان میں افطار، نماز نہ پڑھنا۔ لڑکیوں کو چھیڑنا ناجائز سمگلنگ کرنا، اور ہر قسم کے اجتماعی ومعاملاتی مفاسد، ہمیشہ باقی رہنے والی شریعت کے لئے۔ اور نت نئے جرائم اور مفاسد کو روکنے کے لئے اسلامی قانون میں تعزیرات کی بڑی ضرورت تھی اور یہ انتہائی حکیمانہ قانون ہے۔

قصاص کا مسئلہ

اسی سلسلہ کا ایک مسئلہ"قصاص" ہے۔ قصاص سے متعلق تفصیلی طور پر عالمی ضمیر سے متعلق گفتگو گذشتہ صفحہ میں عرض کردی ہے اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس میں قصاص فی النفس یعنی قتل اور جان کا بدلہ داخل ہے اس سے بڑھ کر عدل اور کیا ہوسکتا ہے کہ قاتل کو قتل کیا جائے۔ تاکہ معاشرہ زندہ رہے اور قتل کرنے والا اپنے انجام سے باخبر ہوکر قتل کا ارادہ ترک کردے۔ جن ملکوں میں قتل کی سزا ختم ہوجاتی ہے تجربہ ومشاہدہ ہے کہ وہاں فوراً شرح قتل بڑھ جاتی ہے۔ قتل عمد کی صورت میں قصاص ہی سب سے زیادہ عادلانہ سزا ہے لیکن معافی کا حق ولی کو ہے اور دیت بھی ادا کی جاسکے گی۔ قتل غیر عمد کی صورت میں دیت ادا کرنی ہوگی۔ جو مجرم کی عاقلہ یا دیوان ادا کرے گا۔ جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس موضوع میں قصاص دون النفس کو بھی زیر بحث لایا جاسکتا ہے یعنی جان

موجب کرنا تھ یا پیر یا آنکھ، ناک، کان کاٹ دینے یا تلف کر دینے کا بدلہ، اسلام قصاص کی شکل میں بدلہ ادا کرا دینے کا قائل ہے تاکہ جرم پسند طبیعتیں مجبور اور کمزور لوگوں کے اعضاء کاٹنے کی عادی نہ بن جائیں۔ معافی یا دیت قبول کرنے کا حق اسی کو ہے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے اور یہ بالکل صحیح اور فطری بات ہے۔ کیونکہ مجرم کے جیل جانے یا جرمانہ خزانۂ شاہی میں داخل ہونے کی صورت میں مظلوم کی دادرسی کچھ بھی نہیں ہوتی۔ پھر دیت کی فقہی تفصیلات، معیار اور اس کی قیمت کا تعین اور عقلی فوائد بھی بیان کرنے ہوں گے۔ اور یہ بھی واضح کرنا چاہئے کہ جو اعضاء تعداد میں دو، دو ہیں ان میں نصف دیت ہو گی۔ غلطی سے کسی عضو کے تلف ہو جانے کی صورت میں قصاص نہیں ہوگا بلکہ دیت ہو گی اور معاف کرنے کا حق مظلوم یا اس کے ولی کو ہوگا۔ دیت کی مقدار اور فقہی مباحث بھی تفصیل سے واضح کر دینے چاہئیں۔

انشورنس (بینکاری) کے متعلق فقہ اسلامی کا حکم

موجودہ دور اور امت مسلمہ کو درپیش مشکل ترین مسئلہ نظام بینکاری کا ہے جس کو دور حاضر میں اہل علم اور ماہرین فقہ نے کسی حد تک واضح اور مثبت انداز کے مفید طریق کار کے ساتھ مرتب کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ

اسلام کسی جزوی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ ایک کلی نظام ہے اور اسے پورا کا پورا اپنانا چاہیئے۔ مغربی تہذیب اور یہودی سوداگروں اور سود خواروں کے تفصیلی نظام جو عالم اسلامی میں بھی راسخ ہیں ان میں علماء سے صرف فتوے پوچھے جاتے ہیں اور بدقسمتی سے ان پر جزوی عمل تو کجا عمل کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ اسلام کا بذات خود ایک تعاونی نظام ہے۔ ایک اقتصادی نظریہ ہے ایک تجارتی اصول ہے ایک تکافلی پروگرام ہے یعنی اسلام ایک مکمل لائحہ عمل ہے۔ اخلاص کے ساتھ اگر اسلامی نظام کو اپنا لیا جائے اور پھر اسلامی نظام انشورنس یا نظام بنکاری بنایا جائے تو کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ لیکن اسلامی ملکوں میں غیر اسلامی نظام و قانون پر رضامندی اور پھر مغربی یہودی نظام۔ سرمایہ داری۔ مشرقی یہودی نظام۔ مارکسیت۔ پر اس قدر اخلاص کے ساتھ آخر اصرار کیوں ہے؟ اور یہ مغربی و مشرقی ناسور اسلامی ملکوں کے جسم و جاں کو آخر کیوں اور کب تک گھائل بنائے رہیں گے؟

بہر حال اسلامی نظام میں یوں بھی بیت المال سارے غریبوں، مصیبت زدوں، بیواؤں، بے نواؤں، فقیروں مسکینوں، طالب علموں، مسافروں اور تمام محروم افراد کی دائمی یا ہنگامی مصیبتیں دور کرنے کا ذمہ دار ہے اسی ذمہ داری کو عصر حاضر میں اہل علم، دانشور اور ماہرین فن آگے بڑھا کر منظم تعاونی نظام بنایا جا سکتا ہے۔

اس موضوع پر قدیم و جدید بینکاری کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ یہ

میں بھی پہلے صرف تعاونی انشورنس تھا۔ بعد میں سود خواروں نے تجارتی انشورنس بنایا۔ بہرصورت یہ عقدِ غرر والا معاملہ تو ہے ہی، ساتھ ہی ساتھ سود کا شبہ نہیں بلکہ یقین بھی اس میں ہے اور یہ جوئے کی شکل بھی ہے جسے کسی بھی طرح جائز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ بلکہ اس کے بدلے انشورنس کا مکمل اسلامی نظام بنانا اور اپنانا ضروری ہے جو اسلامی تعاون کے اصولوں پر گامزن ہو

شریعت اسلامیہ میں سود کے احکام اور مدنی و تجارتی اور بحری قوانین میں اس کی تطبیق

سود کا موضوع جس قدر اہم ہے اسی قدر صاف ہے اور نصوص قرآنیہ و نبویہ سے بالکل واضح بھی ہے موجودہ دور میں قرآن وسنت کی روشنی میں اس کے انفرادی و اجتماعی نقصانات کے ظاہر کرنے کے ساتھ اس کے عملی خاتمے کے لئے مؤثر اقدامات کرنے ہوں گے۔

موجودہ سائنسی اور مادی دور میں عقل پر ریسرچ کے پردے پڑ چکے ہیں۔ حلال چیزوں کے بجائے حرام کام مرغوب ہو گئے ہیں۔ اس لئے فتنۂ نفسِ بشر شیطان کی قوتوں اور تفکیری صلاحیتوں سے پوری طرح مدد حاصل کرتا ہے اور الفاظ کے عجیب وغریب پھیر میں پڑ کر سیدھے سادھے اور عام معانی کو بدلنے اور غلط تاویلات کرنے پر ابھارتا ہے۔ یہ سب مغرب کی تقلید اور یہودی نظامِ سود کے زیر اثر ہے۔ اس سلسلہ میں یہ نکتہ بھی نکالا جاتا ہے کہ بہت زیادہ سود لینا منع ہے لیکن تھوڑا سود لینا منع نہیں ہے اور قرض کے سود اور تجارتی سود میں تفریق کا شاخسانہ بھی اس بحث میں چھیڑا جاتا ہے۔ یہ سب وہ انحرافات اور لاطائل بحثیں ہیں جنہیں نہ عقل تسلیم کرتی ہے نہ علم صحیح اور ایمان مستقیم ــــ سود کے جو اظہر من الشمس نقصانات ہیں اور جس طرح اس کے ذریعہ قوم کا سرمایہ چند سود خواروں اور سود خوار اداروں کے پاس چلا جاتا ہے اس کا اندازہ افراد کے سود میں تو صدیوں سے ہوتا چلا آ رہا تھا۔ اب جدید دور میں غیر ترقی یافتہ ملک جب سودی قرض لیتے ہیں اور ان کی ادائیگی کی صورت میں جن مالی اور اقتصادی پریشانیوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ یہ واضح دلیل ہے کہ سود نقصان دہ ہے۔

اور پھر سود کا یہ بین الاقوامی کاروبار خالص یہود کا بنایا ہوا ہے جس سے افراد واقوام کی خستہ حالی اور دیوالیہ پن مقصود ہے اور بزعم یہود یہ ان کی کتاب مقدس کی پیشین گوئی کی صداقت بھی ہے اور قوموں کو سودی کاروبار کے ذریعہ غلام بنانے کی یہ چال گویا نعوذ باللہ خدا نے ان کو سکھائی ہے۔ "تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا ــــ تو پردیسی کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا" (استثناء ۲۳: ۱۹، ۲۰)

اس طرح کے دوسرے الفاظ بھی ہیں جن کی تشریح بعض تلمود کے حاخامات نے یہ کی ہے کہ ان الفاظ میں حضرت موسیٰ نے سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ یہ حکم ہے کہ اجنبی (غیر یہودی) کو قرض سود ہی پر دیا جائے

تاکہ وہ برباد ہو۔ اور اس لئے شریعت تلمود میں اجنبی کو بغیر سود کے قرض دینا ناجائز اور حرام ہے۔ اس سلسلہ میں حاخام شواب کا قول یہ ہے ۔ اس نے بعد میں یہودی دین کو ترک کر دیا تھا ۔ کہ اگر مسیحی کو کچھ پیسے کی ضرورت ہو تو یہودی کو چاہیئے کہ اس کے ساتھ بار بار سود کا معاملہ کرے، حتیٰ کہ وہ اس کو ادا نہ کر سکے۔ اور اسی وجہ سے قدیم مسیحی افکار اور ڈکشنریوں اور ادب میں یہود سے مراد سود خوار اور خیانت کار لیا جاتا ہے۔

بہرحال سود ایک ایسی لعنت ہے جسے اسلامی معاشرہ سے ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لئے ٹھوس حکمت عملی اور جدید مؤثر منصوبوں پر غور کرنا چاہیئے۔

اور کم از کم داخلی طور پر ملک میں داخلی سود کو تو فوراً ختم کر دینا چاہیئے۔ پھر اسلامی ملکوں کے اتحاد اور بین الاقوامی مسلم بنک کے پروان چڑھنے کے بعد خارجی سود کو بھی بند کیا جا سکتا ہے۔

اس اہم موضوع پر تاریخ اور حقائق کی روشنی میں تفصیل سے بحث کی ضرورت ہے خصوصاً آیۃ الربوا کے معانی و مفاہیم اور اس میں متعدد بلاغی اور ادبی طریقوں سے سود پر قطعی حرمت پر توجیہات کی اشاعت کی جائے تو نفع زیادہ ہوگا۔ مثلاً واضح اور صاف صاف بتا دیا جائے کہ

سود میں اضطراب، پریشانی، فکری ناآسودگی اور ذہنی و عقلی ہیجان ہوتا ہے جس کی تعبیر مس شیطانی سے کی گئی ہے۔ سود خور ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ سود اور تجارت میں کیا فرق ہے؟ حالاں کہ سود حرام اور تجارت حلال ہے جو موعظت و ممانعت کے بعد سود سے باز نہ آئے اسے عذاب نار کی وعید ہے۔ سود کے مال میں بے برکتی ہوتی ہے وہ مٹ جاتا ہے۔ سود خوروں کو کفر کے صیغہ مبالغہ کفّار اور اثیم سے خطاب کیا گیا ہے۔ پھر ایمان اور عمل صالحہ کا تذکرہ آیت میں یہ ثابت کرتا ہے کہ سود ایمان کے منافی ہے اور عمل غیر صالح ہے۔ نماز و زکوٰۃ کے لفظ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس طرح یہ دین میں معلوم بالضرورت اور سب سے افضل فرائض ہیں اسی طرح سود بھی معلوم بالضرورت اور قبیح ترین فعل ہے۔ اور جس طرح اطاعت گذاروں کو خوف اور غم سے واسطہ نہ ہوگا۔ - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - اس کے برخلاف سود خور دنیا و آخرت میں خوف اور غم کا شکار رہے گا تقویٰ کی علامت یہ بتائی گئی کہ سود خوری چھوڑ دے اور جو سود نہ چھوڑے وہ خدا و رسولؐ سے لڑائی مول لیتا ہے

قدیم سود کے لئے توبہ کی شرط یہی ہے کہ سود نہ لیا جائے اور صرف رأس المال واپس لیا جائے۔ نیز یہ بھی ملحوظ رکھا جائے کہ جس طرح رأس المال واپس نہ کرنا ظلم ہے اسی طرح سود لینا بھی ظلم ہے۔

ضرورت ہے کہ بینکاری کے نظام کی مفصل تاریخ اور اس میں سود کی آمیزش کا مفصل جائزہ لیا جائے۔ اسلامی بنک کے قیام، اس کے اصولوں کی تشریح اور نظام مضاربت کے فوائد ثمرات کی توضیح کی جائے۔ نیز یہ بات واضح اور دوٹوک انداز میں صاف کر دینی چاہیئے کہ سود بہرحال سود ہے جسے کسی بھی قسم، کسی بھی شکل اور

کسی بھی تاویل کے ذریعہ حلال نہیں بنایا جاسکتا۔

جدید تہذیب اور مغربی افکار سے سود کو بڑی تقویت ملی اور ہر کام میں اس کی ضرورت محسوس کی گئی اور سودی کاروبار بینکوں میں جاری کیا گیا۔

مغربی بینکاری کے دیوتاؤں کو اس بات کی شکایت ہے کہ اسلامی ملکوں میں بینک کی صحیح فکر اور سمجھ لوگوں میں پیدا نہیں ہو پاتی۔ دراصل اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب تک بینکوں میں سود یعنی حرام مال کا شائبہ رہے گا، اسلامی ملکوں میں بینک کو صحیح فروغ حاصل نہ ہوگا۔ ہم کیوں نہ بینکوں کو سود کے شائبہ سے پاک کر کے اس کی بنیاد خالص اسلامی اصولوں پر رکھیں تاہم ایک مسلمان جب واقعتاً بھی مسلمان ہو تو وہ ایک درہم بھی اس طرح لینے پر تیار نہیں ہو سکتا جس طرح خدا نے اس کو حرام کیا ہو۔

عقد غرر قانون میں اور فقہ اسلامی کا موقف

غرر کے معنی دھوکے یا خطرہ کے ہیں موجودہ دور میں اس کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے کہ فقہاء اور اہل علم جدید تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر مسلمانوں کو یہ بتائیں کہ شریعت میں وہ تجارتی طریقے جن میں نقصان یا دھوکے کا خطرہ ہو ممنوع ہیں۔

لیکن غرر کی کئی قسمیں ہیں جن میں ایک غرر فاحش ہے یعنی خطرہ اور دھوکے کا زیادہ امکان، دوسری قسم معمولی اور کم نقصان کی شکلیں ہیں۔ ان کے جائز اور ناجائز ہونے کی تفصیلات کتب فقہ میں وضاحت اور تفصیل کے ساتھ لکھی ہوئی ہیں بعض حضرات انشورنس، قانونی جوئے وغیرہ کو غیر فاحش غرر کہہ کر جائز کرنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان میں غیر فاحش اور کھلا ہوا نقصان یا دھوکہ ہے اور دوسری بات یہ کہ اس میں دوسری وہ قباحتیں بھی موجود ہیں جن کی حرمت پہلے سے موجود ہے جیسے سود اور قمار، بہرحال یہ فقہ کا اہم باب ہے موجودہ دور میں اس کی توضیح اور تفہیم کی شدید ضرورت ہے۔

نظام زکوٰۃ اور سرکاری ٹیکسوں سے اس کا تعلق

زکوٰۃ اسلام میں فرض اور ایک اہم رکن ہے اقتصادی و اجتماعی فوائد کے علاوہ یہ ایک عبادت بھی ہے۔

اسلامی نظام حکومت میں زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہوتی ہے جو صاحب نصاب ہوں۔ زکوٰۃ کے مصارف کو قرآن نے مخصوص افراد کے لئے اور مخصوص صورتوں میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔

حکومت کی دوسری ضروریات اور انسانوں کی اپنی خواہشات جیسے سڑکوں اور ریلوں کی تعمیر، بجلی اور پانی کی سپلائی وغیرہ کے لئے اگر دوسرے ٹیکس لگائے جائیں تو ان کا فائدہ انسان خود ہی اٹھائیں گے ایسی صورت میں زکوٰۃ کیسے

معاف کی جاسکتی ہے۔ جو محتاجوں اور پریشان حالوں وغیرہ کا حق ہے ۹

زکوٰۃ کی صحیح تحصیل و تقسیم کے بعد مستحقین و ضرورت مندوں کے احتیاج کا تشفی بخش حل ہوسکتا ہے اگر نظام زکوٰۃ کی اسلامی روح کو ملحوظ رکھا جائے تو زکوٰۃ کی کامل ادائیگی اور صحیح تقسیم کے بعد اسی غرض کے لئے کسی نئے ٹیکس کے لگانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ زکوٰۃ خدا کا حق ہے۔ جو غریبوں کو دیا جاتا ہے اسلامی نظریہ کی رو سے سارا مال خدا کا ہے نہ کہ افراد کا، نہ حکومتوں کا۔ غریبوں کا جو مقرر کردہ حق ہے وہ کوئی احسان نہیں ہے بلکہ فرض اور واجب ہے۔

زکوٰۃ ؛ جمع شدہ مال پر سال میں ایک بار ادا کی جاتی ہے۔ ٹیکس آمدنی پر ہوتا ہے زکوٰۃ اس کی وجہ سے کیونکر معاف ہوسکتی ہے ؟ اگر ٹیکسوں کی بہتات کی وجہ سے مال جمع ہی نہ ہوسکے تو زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر پھر بھی خرچ کے بعد جمع ہوا ہے تو اس جمع شدہ خزانے میں سے غریبوں کا حق نکالنے میں آخر پس و پیش کیسا اور کیوں ہے ؟ حکومت کا طے کردہ ٹیکس ادا نہ کرنے کی جرأت نہ کرنے والوں کی یہ جرأت عجیب و غریب ہے۔ کہ صرف مسکین و غریب کا حق ادا نہ کیا جائے ـــــ بہرحال اس موضوع پر تفصیلی مباحث، جائزے اور منصوبہ بندی اور اسلامی نقطہ نظر سے انسانی منافع کے پہلوؤں کو نئے سرے سے اجاگر کرنا ضروری ہے اسلامی ذہن بنا کر لوگوں کے ذریعہ سے خود ہی زکوٰۃ کی تقسیم اور ادا نہ کرنے کی صورت میں اسلامی حکومت کی طرف سے نگرانی یا وصولی یا بعض چیزوں کی زکوٰۃ حکومت وصول کرے اور بعض کی لوگ ادا کریں اور اس نوعیت کے اہم تجاویز پر بھی غور کیا جانا چاہئے اور لوگوں پر یہ واضح کر دینا چاہئے کہ زکوٰۃ کی اہم اسلامی مد کے قیام اور اہتمام سے بے شمار اقتصادی فائدے ہوسکتے ہیں۔

احوالِ شخصیہ (پرسنل لاز)

اسلام کے عائلی قوانین کے سلسلے میں اسلام کے واضح ہدایات اور انسانی اخلاقی اقدار کو ملحوظ رکھ کر دنیا کے مختلف اسلامی اور سیکولر ممالک کے مروج پرسنل لاز اور احوال شخصیہ کے قوانین کا مطالعہ اور تجزیہ کرنا ہوگا۔

"تاہم یہ بات تو قطعی ہے اور اس سے قوم کو آگاہ کرنا ہوگا کہ لیبیا، مصر، شام حتیٰ کہ بعض سیکولر ممالک میں پرسنل لاز مکمل طور پر باقی اور جاری ہے۔ اور نکاح وطلاق و میراث اسلامی کو بدلنے کی ہمت باوجود کوششوں اور پروپیگنڈوں کے اسلامی ملکوں میں (سوائے ترکی کے) کسی کو نہیں ہوئی۔ مصر میں اس سلسلہ کی طویل ترین کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔

البتہ بعض ممالک میں ملک کے عوام یا علماء نے نہیں بلکہ فرماں رواؤں نے تبدیلی و ترمیم کی جو مذموم مساعی

کی ہیں یا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ایسی تمام ترامیم کو منسوخ کر دیا جائے اور بین الاقوامی طور پر اس ضمانت کا مطالبہ سارے اسلامی ملک مل کر کریں۔ کہ دنیا بھر میں مسلم پرسنل لاء کا احترام کیا جائے اور اس میں ترمیم کی اجازت نہ کسی اسلامی ملک کو دی جائے اور نہ کسی غیر اسلامی ملک کو جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور باعزت زندگی گزارنا چاہتے ہوں۔

کسی مسلمان کے نزدیک اس کے عائلی شرعی قوانین میں تبدیلی سے بڑھ کر بے عزتی اور توہین کوئی دوسری نہیں ہو سکتی، مذہب کی تعلیمات، اعمال اور احکام پر عمل کرنا انسان کا فطری حق، آزادی کا پہلا حصول اور عزت و شرف کا معیار و امتحان ہے۔

بہرحال یہ عالم اسلام، عامۃ المسلمین بالخصوص اہل علم اور اسلامی سکالروں کی منصبی ذمہ داری ہے کہ شریعت اسلامیہ کے قیام و نفاذ اور استحکام کے سلسلہ میں اس کے محاسن اور خوبیوں کو اجاگر کرنے کا مزید اہتمام کریں جو ہر لحاظ سے مبارک قدم اور مستحسن تحریک ہے۔ اور ساری اسلامی امت اس دن کی منتظر ہے۔ جب اسلامی شریعت کا نور شمس عالمتاب بن کر اسلامی ملکوں پر چھا جائے گا۔

بقیہ: جہاد افغانستان

بھی پڑھ لیتے! ___ تو وہ فوجی افسر کہنے لگا: "میں دس سال سے وطن کی حفاظت اور دفاع کی جنگ اسلیے نہیں لڑ رہا کہ میں کلمہ پڑھ لوں، مر جاؤں گا مگر زبان پر کلمۂ اسلام نہیں لاؤں گا"

o ان کی نمازوں کی حالت پر ایک اور واقعہ یاد آیا، جب ارگون کے محاذِ جنگ پر ہمارے مجاہدین رفقاء نے دشمن کے دس بارہ فوجی گرفتار کر لیے تو ان کے ساتھ گفتگو بھی ہوتی رہی۔ ہمارے امیر صاحب نے ان کے ضابط (فوجی افسر) سے کسی مناسبت سے دریافت کیا کہ نماز وغیرہ بھی کچھ یاد ہے کہ نہیں؟ تو اس ضابط (فوجی افسر) نے کہا جی ہاں! نمازیں آتی ہیں اور پڑھتے بھی ہیں۔ ہمارے امیر صاحب نے پوچھا کہ عصر کی کتنی رکعتیں ہیں؟ ضابط کہنے لگا جی! یہی کوئی دس گیارہ رکعتیں ہوں گی۔

بقیہ قرآن مجید عن النھی اور بعضہ رکیونکہ نہی عن المنکر میں امر بالمعروف شامل ہے اسلئے کسی چیز سے منع کرنا حقیقت میں اسکی مخالف چیز کا حکم دینا ہے اس بحث سے قطع نظر اسی سورۃ اعراف (جو مکی سورۃ ہے) کی ایک دوسری آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ کہ آپ معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے منع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الذین یتبعون الرسول النبی	جو اس رسول یعنی نبی امی کی اتباع کرتے ہیں جس
الامی الذی یجدونہ مکتوبا	کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا
عندھم فی التوراۃ والانجیل	ہوا پاتے ہیں جو انہیں معروف کا حکم دیتا ہے
یأمرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر	اور منکر سے روکتا ہے۔ (اعراف ۱۵۷)

UF
UNIFOAM
ہر گھر
ہر دفتر
کی زینت
یونی فوم
جہاں آرام کا نام آیا۔ آپ نے یونی فوم کو پایا

حضرت مولانا محمد عبد المعبود صاحب راولپنڈی

دِلی کا قبرستان مہندیاں

تاریخ کے آئینہ میں

شیخ العرب والعجم کے خلف الرشید مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم کے زیر اہتمام "سیمینار شیخ الہند" یکم جنوری ۱۹۸۰ء کو دہلی میں منعقد ہوا۔ جس میں پاکستان کے بعض علماء کرام کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ چنانچہ علماء کی معیت میں احقر کو بھی دہلی کی حاضری کا موقع میسر آیا۔ جہاں بہت سے یادگار تاریخی مقامات دیکھے اور اولیائے کرام کے مزارات کی زیارت سے بھی شرف بار ہوا۔ جن میں "قبرستان مہندیاں" خاص کر قابل ذکر ہے۔ جہاں امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور بے شمار عبقری ہستیاں آسودہ خواب ہیں۔

وجہ تسمیہ | یہ شہر خموشاں "قبرستان مہندیاں" سے شہرت رکھتا ہے۔ نام کی مناسبت سے خیال آتا ہے کہ شاید اس مقام پر کبھی مہندیوں کی باڑھیں رہی ہوں گی۔ جن کے پتّوں سے دست حنائی کی رنگینی قائم رہتی ہوگی لیکن اس "مہندیاں" کا تعلق سِل پر گھسنے والی مہندی سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی نامور شخصیت کی طرف منسوب ہے۔ بلکہ یہ ایک "نو ایجاد تعزیہ" کی پیداوار ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی المناک شہادت کے بعد اہل تشیع نے تعزیہ کا جو سلسلہ شروع کیا تھا۔ بعد میں ان کے مذہب کا جزو لاینفک بن گیا۔ اور اس روایتی مذہب نے علم وفکر کے تمام سوتوں کو بند کر دیا۔ اور رواج و مزاج نے درایت وحقیقت کو پس پشت ڈال دیا ہے بڑے بڑے تعزیئے تو سیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام نامی کی طرف منسوب ہوتے رہے۔ لیکن مالدار لوگوں نے عقیدت کے اظہار کی خاطر چھوٹے چھوٹے تعزیئے بزرگوں کے نام پر بھی نکالنا شروع کر دئے اور ایسے چھوٹے تعزیہ کو دہلی میں "مہندی" کہا جاتا تھا۔

دہلی کے کوئی نواب صاحب تھے۔ انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام پر بھی "مہندی" بنوانے کی طرح ڈالی۔ چاند کی گیارہ تاریخ کو ہر ماہ مہندی بنائی جاتی۔ اس کی زیارت کرائی جاتی۔ منتیں مانگی جاتیں۔ اس کے گرد چڑھاوے سجائے جاتے اور پھر اس "مہندی" (چھوٹے تعزیہ) کو دہلی گیٹ کے آس پاس محلوں میں گھمایا جاتا "مہندی" کے پیچھے نواب صاحب لاعقیدت کے پہرے اور ارادت کے قدموں کے ساتھ چلتے اور "مسلم حکومت" کی رعایا

ان کے ساتھ ہوتی۔

یہ بھی عبرت کی بات ہے کہ تاریخ ساز ملت جب تاریخ کا صفحہ بننے لگتی ہے تو اس کی توانائی ایسی ہی فضول "حرکتوں" میں صرف ہوتی ہے۔ نواب صاحب نے جب اس خود ساختہ دینی کام کو مزید استحکام بخشنا چاہا تو جہاں مہندی بنائی جاتی تھی وہاں ایک دلربا پانچ منزلوں کی عالیشان عمارت بناڈالی جس کے سامنے خوشنما باغ تھا۔ یہ عمارت "مہندیاں" کے نام سے شہرت پذیر ہوئی۔ آج کل پنت ہسپتال۔ جے پی ہسپتال اور مولانا آزاد میڈیکل کالج کا جہاں مردہ خانہ (MORTURY) ہے۔ اس سے کچھ مشرق میں یہ عمارت تھی۔ وقت اپنی تیز رفتاری کے ساتھ گذرتا گیا۔ نواب صاحب بھی چل بسے۔ عمارت کے جلال وجمال نے بوسیدگی کی شکل اپنالی۔ عام قسم کے لوگ اس میں آباد ہوگئے۔ جن کے آباؤ اجداد "خواص" میں شمار کئے جاتے تھے۔ اس میں اقامت پذیر ہوگئے۔ عمارت کا مصرف بدل گیا مگر نام باقی رہ گیا۔

محلہ مہندیاں اسی عمارت اور اردگرد کے مکانوں پر مشتمل تھا۔ "باغ مہندیاں" عمارت کے سامنے والا حصہ تھا۔ اسی سرزمین پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسجد بنوائی۔ مدرسہ آباد کیا اور اپنی خانقاہ قائم کرکے اصلاح باطنی کا کارنامہ انجام دیا۔

لیکن اب نہ مہندیاں کی پرُوقار عمارت کا کہیں نام ونشاں ہے نہ پاس کے مکانات رہے۔ نہ شیخ کی مسجد و خانقاہ ہے اور نہ مدرسہ کا وجود۔ عدم کا ہلکا سا پردہ وجود کی ٹھوس عمارتوں پر بھاری پڑچکا ہے۔ اب یہاں مولانا آزاد میڈیکل کالج کی عمارتیں کھڑی ہیں۔ مگر مہندیاں کا نام زندہ ہے اور یہ نام درگاہ شاہ ولی اللہ کے ساتھ ایسا چپکا ہے کہ زندۂ جاوید ہوگیا ہے۔ ورنہ جہاں حضرت شاہ صاحب کا مزار ہے وہ محلہ نرور (NARWAR) یا شیخ نرور کا چھتہ کہلاتا تھا۔

امام الہند شاہ ولی اللہ اور ان کے والد گرامی قدر حضرت شاہ عبدالرحیم رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کی اصل جگہ یہی چھتہ شیخ نرور تھی اور اسی محلہ میں آباد تھے۔ اور زمانہ کے رواج کے مطابق مکان کے قریب ہی ان بزرگوں کی آرام گاہ بنی۔ چھتہ شیخ نرور یا محلہ کشک نرور درحقیقت "چھتہ شیخ انور کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ بڑے مکان والوں کے نام پر محلہ کا نام کوئی عجیب چیز نہیں ہے۔ چھتہ اور کٹڑہ کے ساتھ محلوں کے نام دہلی اور بہت سے شہروں میں موجود ہیں۔ جیسا کہ کٹڑہ شیخ چاند۔ کٹڑہ شیخ بدّو۔ اور چھتہ ابوتراب جیسے نام ابھی زندہ ہیں۔

مٹے مٹے نقوش کی ادھوری کہانیاں بتاتی ہیں کہ محلہ مہندیاں اور چھتہ شیخ نرور دو الگ الگ محلے تھے اور "دہلی گیٹ" کے آگے واقع خونی دروازہ سے ایک بہت پرانی سڑک جسے آج کل "بہادر شاہ ظفر مارگ" کہتے ہیں، یہ ترکمان گیٹ کے سامنے والی شاہراہ، جو موجودہ آصف علی روڈ کہلاتی ہے، سے جاملتی ہے۔ غالباً

ہی ایک کشادہ گلی کی شکل میں شیخ نرور سے گذرتی تھی ۔ اور درگاہ شاہ ولی اللہ کو جاتی تھی ۔ اسی کے دونوں
جانب مسجد مکی اور مسجد شاہ عبدالعزیز واقع تھیں ۔ نیز گلی کے دونوں جانب مکانات تھے ۔ رفتہ رفتہ مکانات
نے کھنڈرات کا روپ دھار لیا اور مکان کے مکینوں نے زیر زمین جگہ بنالی ۔ یوں محلہ ویران ہوگیا اور قبرستان
باد ہوگیا ۔ اس کے ساتھ شیخ نرور کا نام بھی تاریخ کے صفحات سے محو ہوگیا اور " مہندیاں " نے پورے محلہ کو اپنے
اثر میں لے لیا ۔

اور ممکن ہے اس کی یہ وجہ بھی ہو کہ مہندیاں کے مکینوں کی قبریں مسجد سے لے کر درگاہ ولی اللہ کے آس پاس
ی ہوں اور اسی نسبت سے مہندیاں کا دائرہ بھی پھیل کر درگاہ ولی اللہ یا چھتہ شیخ نرور تک پہنچ گیا ۔

اللہ رب العزت کو یہی منظور تھا کہ امام الہند شاہ ولی کا کام اور نام زندہ و تابندہ رہے گا اور
ن کے گرامی مرتبت، فرزندوں اور اولاد کی شاندار خدمات فراموش نہیں کی جائیں گی بلکہ ان کے مزارات تک
رجع خلائق بنے رہیں گے ۔ ایک ایسا دور بھی آیا تھا کہ قبروں کے نشانات کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے ۔ لیکن
شیت ایزدی یہی تھی کہ قبرستان مہندیاں باقی رہنا ہے ۔ سو وہ آج بھی موجود ہے ۔ اس کی حفاظت کا سامان
ہے ہوا ۔ اللہ تعالیٰ نے جناب علی محمد شیر میوات سے یہ کام لے لیا ۔

قبرستان مہندیاں جہاں شیخ الاسلام ، امام الہند شاہ ولی اللہ محدث اور ان کے علمی خانوادے کے علاوہ
ما ، فضلا ، اولیا ، صلحا ، محدثین و مفسرین اور سیاسی زعما آرام فرما ہیں یہ بقعۂ نور دلی کا دل ہے ۔

بقول حالی مرحوم

چپے چپے پہ ہیں یاں گوہر یکتا تہ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں اتنا خزانہ ہرگز

یہ ایک تاریخی صداقت ہے کہ ۱۸۵۷ء میں مکتب ولی اللہی کے جن علما و مشائخ نے تحریک آزادی میں
فروشانہ حصہ لیا اور تحریک استخلاص وطن کی بنیاد رکھی تھی ۔ انگریز نے ان علما و مشائخ کے مراکز کو بھی
انہ ظلم و ستم بنا کر تباہ و برباد کر دیا تھا ۔ اسی طرح ۱۹۴۷ء میں بھی تقسیم ملکی کے بعد یہاں مدفون مجاہدین آزادی
ت نئے مظالم ڈھائے جاتے رہے ۔ اسی قبرستان مہندیاں میں بعض وزرا اور کرنیلوں کی قبریں بھی تھیں ان
، سلطنت مغلیہ کے ایک وزیر کی بھی قبر تھی جسے زہر دے کر ہلاک کیا گیا تھا ۔ ۱۹۴۷ء میں ان تمام قبروں کو مٹا
یا تھا ۔ جوش ملیح آبادی نے گویا اسی موقع کے لئے کہا تھا ؎

جا گور غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت ۔۔۔ کھل جائے گی تجھ پر دنیا کی حقیقت
عبرت کے لئے ڈھونڈ کسی شاہ کی تربت ۔۔۔ اور پوچھ کدھر ہے وہ تری شان حکومت

کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے؟ اے کاسۂ سر بول ترا تاج کہاں ہے؟

مفتی محمد ضیاء الحق دہلوی ۱۹۴۷ء میں خاندان ولی اللٰہی کے مقدس مزارات کی بے حرمتی کی کہانی اس طرح بیان کرتے ہیں :-

" تقسیم ملک کے اثر سے یہ درگاہ بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ اور کچھ نہ سہی تو سنگ مرمر کی الواح اور احاطے کے جنگلے ہی توڑ کر لے گئے اور پھر ۱۹۷۰ء میں حکومت کے بلڈوزر چلے، قبریں مسمار ہوئیں اور مُردوں کی ہڈیاں تک نکال پھینکی گئیں۔ منصوبہ یہ تھا کہ اس وقف زمین کو ارون ہسپتال اور مولانا آزاد میڈیکل کالج کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور وہاں ڈاکٹروں کی رہائش کے لئے فلیٹس وغیرہ تعمیر کئے جائیں۔ شیر میوات صاحب کے شدید احتجاج کے باوجود غصب کر کے فلیٹس بھی بنا دئے اور کچھ وقف زمین دھوبیوں کو دے دی۔ باقی زمین کے بچانے میں جناب علی محمد شیر میوات کو بہت سی قربانیاں، جانی اور مالی دینی پڑیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ موصوف کی گراں قدر قربانیوں کی وجہ سے یہ خطہ محفوظ رہا۔"

موصوف ۱۹۳۹ء میں پہلی مرتبہ یہاں آئے تھے۔ پھر ان کے قدموں نے اس راہ کو پہچان لیا اور اب اس تاریخی جگہ کی ہمہ جہت ترقی ہی ان کی زندگی کا مشن ہے۔ ۱۹۴۷ء میں حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید نے انہیں درگاہ کا متولی بنایا۔ قانونی کارروائی کی تکمیل ہوئی۔ اس کے بعد ان کے ساتھ غیر قانونی اور غیر اخلاقی حرکتوں کی ابتداء شروع ہو گئی۔ لوگوں نے قدم اکھاڑنا چاہا، وہ جمے رہے۔ بھگانا چاہا، وہ ڈٹ گئے۔ اذیتیں پہنچائی گئیں۔ صبر و شکر کے ساتھ جھیلتے رہے۔ واقعات کے تند تھپیڑوں نے کبھی ان میں نہ لرزش پیدا کی اور نہ لغزش۔ پولیس نے ان پر سچے جھوٹے ۴۳۶ مقدمات بنائے جن سے بحمداللہ وہ سرخ رو نکلے۔ تنگدستی کا یہ حال تھا کہ بھوک مٹانے کے لئے درختوں کی چھال کھانا پڑی۔ موصوف کا کہنا ہے۔ نہ جانے پولیس کے کتنے ڈنڈے میری پیٹھ پر پڑے۔ اگر شیر میوات کا یہ دم خم نہ ہوتا تو آج قبرستان مہندیاں کا وجود صرف تاریخ کے صفحات میں ہوتا۔ زمین پر کوئی دوسری عمارات جلوہ نما ہوتیں۔

آپ قبرستان مہندیاں جائیے تو گیٹ میں داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ کی مسجد (جناتی مسجد) پر نظر پڑے گی جس کے سامنے دوسرے بہت سے اولیاء کرام اور علماء عصر کے علاوہ حضرت شیخ عبدالعزیز شکر بار کا مزار ہے حضرت موصوف شاہ ولی اللہ کے والد گرامی قدر شاہ عبدالرحیم کے نانا تھے۔ بہت بلند پایہ بزرگ تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان کے متعلق لکھتے ہیں :-

" شیخ اپنے زمانے میں مشائخ چشت کی یادگار تھے اور اخلاقِ حسنہ مثلاً تواضع، حلم، صبر و رضا، خلقِ خدا پر شفقت اور رعنائیت فقراء میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔"

مکی مسجد سے آگے چلئے تو شاہ ولی اللہ ہال کی نو تعمیر شدہ عمارت ملے گی، اس کے بعد "جامعہ رحیمیہ" پر نظر پڑے گی گویا کہ جامعہ کی صاف ستھری عمارت مسکرا کے آپ کا استقبال کرنے کو تیار ہے۔ تھوڑا سا اندر جائیے تو "باب الولی" ہے جس کی پیشانی پر جلی حروف میں یہ شعر لکھا ہے ۔

ادب اے زائر حق آشیانہ ولی اللہ کا ہے آستانہ

۸ رجمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

جامعہ رحیمیہ کا دفتر اہتمام، اس کے پیچھے کتب خانہ، سامنے وضو خانہ، بیچ میں "باب الولی" اور اس کے بعد قبرستان کی زندہ اور جاندار شخصیت جناب علی محمد شیر میوات صاحب کا دفتر ہے جسے لوگ متولی صاحب کا کمرہ کہتے ہیں۔ مقابل میں مہمان خانہ ہے۔ پھر مدرسین اور طلبہ کے کمرے ہیں۔

ذرا آگے بڑھئے کچھ قبروں کو چھوڑ کر درگاہ مسجد ہے۔ مسجد کے بعد تاریخ اسلام کی وہ عظیم شخصیت اپنے بعض اعزہ اور نامور علماء کے ساتھ آسودۂ خواب ہے۔ نہ جانے اس زمین نے علم و فکر، قلب و نظر کے کتنے آسمانوں کو اپنے اندر سمو رکھا ہے۔ کچھ پکی یا ادھ پکی قبروں کو چھوڑ کر یہاں برابر کچی قبریں ہی رہی ہیں۔ یہ جو اونچی نیچی زمین نظر آتی ہے۔ کل کی قبروں کے مٹے مٹے نقوش ہیں۔ چلتے چلتے دامن دل کھینچتا ہے اور قدم ٹھہر ٹھہر سے جاتے ہیں۔ دماغ میں یہ سوال گونجتا ہے نہ جانے یہاں کون آرام کر رہا ہے؟ بہت ساری قبریں مٹ گئیں۔ ناموں کے مزار ہوں یا گمناموں کی آرام گاہ۔ اب وہ سب ہی صف گمنامی میں ہیں۔ کوئی دل کی بستی بسا کر اس خاموش آبادی میں قدم رکھے تو خدا جانے اسے کیا کیا مشاہدہ ہو۔

دائیں ہاتھ مسجد شاہ عبدالعزیز ہے۔ جو بہت ہی چھوٹی سی تھی چنانچہ متولی صاحب جناب علی محمد شیر میوات نے جہاں دوسری عمارتیں بنوائیں اس مسجد کو بھی بنوایا۔ مسجد پر یہ کتبہ سفید پتھر پر سیاہ حروف سے [illegible] آویزاں ہے

خدا سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے اکبر یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی

توسیع و تعمیر مسجد درگاہ حجۃ الاسلام حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۷۹ء جمعرات

علی محمد شیر میوات متولی درگاہ قبرستان

ایک مسقف احاطہ کی پہلی صف کے درمیان شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر واقع ہے جس کی تختی پر یہ عبارت مرقوم ہے:-

" مرقد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی ابن حضرت مولانا شیخ وجیہہ الدین محدث دہلوی سن پیدائش ۱۰۵۴ھ عہد شاہجہاں بادشاہ۔ تاریخ وفات ۱۲ صفر المظفر یوم چہارشنبہ

عمر ۶۲ سال عہد فرخ سیرؒ

اس کے متصل مغرب میں امام الہند شاہ ولی اللہ کی قبر ہے جس کی تختی پر مرقوم ہے۔

"مرقد حجۃ الاسلام حضرت مولانا امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ابن حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی۔ تاریخ پیدائش ۴ شوال المکرم ۱۱۱۴ھ بروز بدھ۔ تاریخ وفات ۲۹ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ بروز ہفتہ رحلت نمود"

شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے مشرق میں موصوف کے اہلیہ محترمہ شاہ ولی اللہ کی جدہ مکرمہ کی قبر ہے۔ اس کے مشرق میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی زوجہ مکرمہ کی قبر اور اس کے ساتھ مشرق میں شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کی دختر نیک اختر کی قبر ہے۔ جب کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے مغرب میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی قبر ہے جس کی تختی پر یہ قطعہ درج ہے:۔

"مرقد امام المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی"

قطعہ تاریخ

انتخاب نسخۂ دین مولوی عبدالعزیز ❊ بے عدیل و بے نظیر و بے مثال و بے مثل

جانب ملک عدم تشریف فرما کیوں ہوئے ❊ آ گیا حقا کیا مردوں کے ایماں میں خلل

ہے ستم اے چرخ تو کس کو یہاں سے لے گیا

کیا کیا یہ ظلم تو نے بے کسوں پر اے اجل

شاہ عبدالعزیز کی قبر کے متصل شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی ابن شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کی قبر ہے اس کے ساتھ ہی موصوف کی اہلیہ محترمہ آرام فرما ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پاؤں کی جانب شاہ رفیع الدین محدث دہلوی آسودۂ خواب ہیں ان کے مشرق میں شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور ان کے مشرق میں شاہ عبدالغنی کا مرقد اقدس ہے۔

اس احاطہ میں لاتعداد بزرگان امت محو خواب ہیں۔ جن کی تفصیلات کے لئے دفتر درکار ہیں۔ یہ محض ایک عبرت انگیز اور نصیحت آموز جھلک پیش کی جا رہی ہے۔

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
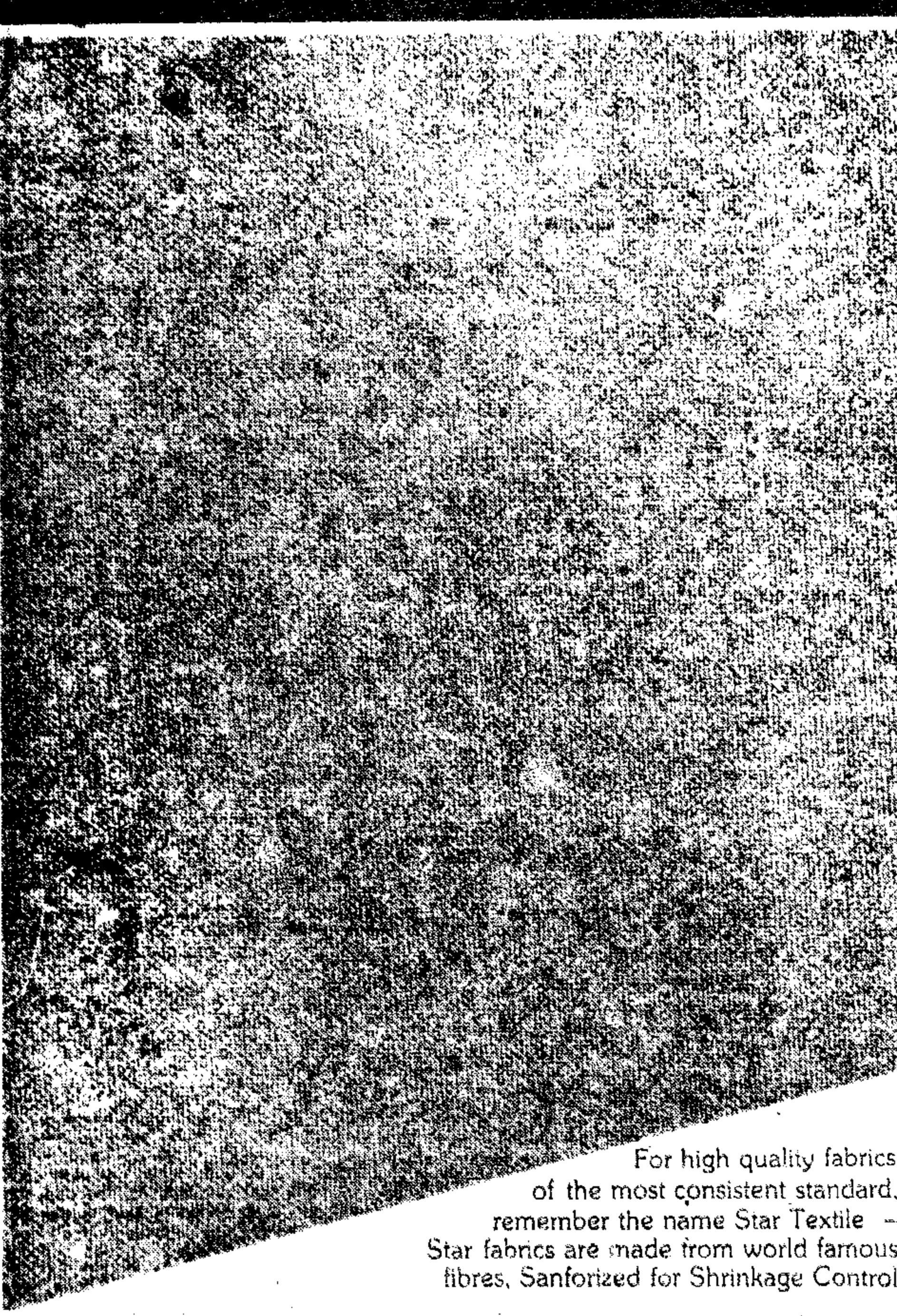
We've Developed Fabrics With Such Lasting Quality And Style That Theres Only One Word For It

Star

For high quality fabrics
of the most consistent standard,
remember the name Star Textile –
Star fabrics are made from world famous
fibres, Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting
and shalwar qameez suits, look for the colour of
your choice in Star's magnificent Shangrilla, Robin,
Senator fabrics.

To make sure you get the genuine Star quality,
check for the Star name printed on the selvedge along every alternate metre.

... the essence of style and total comfort!

Star Textile Mills Limited Karachi

P.O. BOX NO. 4400 Karachi 74000

مرسلہ۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک نادر و رُوح پرور مکتوب

ذیل میں مولانا ابوالکلام آزاد کا ایک نادر و نایاب مکتوب، پروفیسر محمود واجد ہاشمی کے تجسس اور ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری کی عنایت اور ان کے شکریے کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ جس کے مکتوب الیہ محمد ابراہیم زکریا عرف مسٹر صاحب ہیں جس کے ایک ایک جملے سے اخلاص ٹپکتا ہے۔ جو اختصار کے باوجود معارف کا سرچشمہ بصائر و حکم کا گنجینہ اور نہایت روح پرور اور ایمان افروز ہے۔ (ادارہ)

سنہ ۱۹۱۳ء

عزیزی! السلام علیکم۔

جو حالت اپنی آپ نے لکھی ہے تخصیص و تعین کے ساتھ تو اس کا علم نہ تھا۔ لیکن یہ معلوم تھا کہ اس طرح کے حالات میں ضرور آپ مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ہر حالت کو موجب صلاح و فلاح فرمائے۔ یقین کیجیے کہ دنیا میں انسان کے تمام قوائل و فضائل کے لئے اصلی آزمائش گاہ یہی حالات ہیں۔ تلوار اور آگ میں کوئی آزمائش نہیں۔ سب سے بڑی آزمائش نفس و جذبات ہی کی ہے۔ اگر عزم راسخ اور قوت ایمانی و احسانی سے کام لیا جائے تو اس آزمائش میں کامیابی کچھ مشکل نہیں۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا و ان اللہ مع المحسنین ٥

تاریخ تحریر خط: مولانا آزاد کی پیدائش ۱۸۸۸ء کی ہے اور شادی ان کی بہن کی روایت کے مطابق ۱۳، ۱۴ برس کی عمر میں ہوئی تھی۔ اس خط میں مولانا نے لکھا ہے ”میری شادی کو دس سال ہوگئے“ اس حساب سے خط کا زمانہ تحریر ۱۹۱۲ء ہوتا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

میں اپنی دعاؤں میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس آزمائش میں کامیابی کی توفیق عطا فرمائے۔
موجودہ حالات میں بجز دو راہوں کے تیسری راہ کوئی نہیں۔

عزم صادق اور ہمت کامل سے کام لیجئے۔ اپنے اندر عزم پیدا کیجئے اور اللہ سے مددگاری طلب کیجئے۔ زندگی چند روزہ ہے اور سارے مطلوباتِ نفس وہم و خیال سے زیادہ نہیں۔ کب تک اس بند و قید میں گرفتاری رہے گی؟ جو دل فاطر السماوات والارض کے عشق کا متحمل ہو سکتا ہے۔ اس کو فانی و وہمی الفتوں میں لگانا انسانیت وحیات کو تاراج کرنا ہے۔ طلبِ مفرط جس چیز کی بھی ہے انداد و طواغیت میں داخل ہے۔

فلا تجعلوا للّٰہ انداداً وانتم تعلمون اور یحبونھم کحب اللّٰہ ط والذین امنوا اشد حبًا للّٰہ۔
محبت الٰہی کا دعویٰ ہے تو سب سے زیادہ احب چیز کو اس کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ حتیٰ تنفقوا مما تحبّون ۰

پس اصلی و حقیقی اور ایمانی و احسانی راہ تو یہی ہے کہ اللہ سے دل لگائیے۔ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب اور ایک مرتبہ پوری قوت و عزم کے ساتھ انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض حنیفا اور لا احبّ الآفلین کی صدا لگا کر اس خیال کو دل سے نکال دیجئے۔ اگر آپ کی جانب سے عزم ہوا تو توفیق الٰہی ضرور مساعد ہوگی۔ اور انشاء اللہ ایک جہادِ اکبر کا اجر عند اللہ۔

غور کیجئے! آپ متاہل ہیں، مجرد نہیں۔ پھر صاحبِ اولاد اور حقوقِ اہل و عیال کی کشاکش سے درماندہ، کوئی ضرورت شرعی و اخلاقی ازدواج ثانی کے لئے باعث نہیں۔ پھر ایک طرف افلاس و قلّتِ معیشت کی بے سر و سامانی دوسری طرف عوازم و معالی امور و عمل کا ولولہ۔ ان حالات میں اگر یہ معاملہ انجام پایا تو کیا نتیجہ نکلے گا؟ بلاشبہ ابتدا میں مسرتِ حصولِ مطلوب کا ہیجان تمام محسوسات پر غالب آجائے گا۔ لیکن بہت تھوڑی دیر کے لئے۔ اس کے بعد قدرتی کشاکش و کشمکش اور مشکلات و صعوبات کا سلسلہ شروع ہوگا اور جیسا کہ اکثر حالتوں میں ہوا ہے، عجب نہیں لہ خود اس معاملے سے دل برداشتہ ہو جائے۔

یہ کشمکش زندگی کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہے ابھی ایک لمحے کے لئے اس کا احساس نہیں ہو سکتا۔ یہ عام قاعدہ ہے، لیکن جب یہ حالت پیش آجائے گی تو کوئی علاج سودمند نہ ہوگا۔ سب سے زیادہ یہ کہ پوری امانت داری کے ساتھ خود اس شخص کے مصالح پر غور کرنا چاہئے جس کی محبت میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے وہ ایک معصوم لڑکی ہے۔

بقیہ گذشتہ صفحہ مکتوب الیہ کی روایت کے مطابق مولانا آزاد سے ان کے تعلقات کا آغاز بھی اسی سال سے ہوا تھا۔ گویا مولانا کا یہ خط مکتوب الیہ سے تعلقات کے اوائل کی یادگار ہے۔ (ابوسلمان)

دنیا اور دنیا کے مصائب سے بے خبر۔ کیا یہ بہتر ہوگا کہ اس کو ایک ایسی زندگی میں لایا جائے جس کے مصائب و مشکلات کا ابھی سے علم ہے ؟ اور ہم جانتے ہیں کہ عیش و آرام حیات اس کے لئے مہیا نہ کرسکیں گے۔ پھر اپنی بیوی کا خیال کیجئے، جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ کو اس سے کوئی شکایت نہیں۔ کیا محبت و وفا کا یہی اقتضاء ہونا چاہئے کہ بلا وجہ اس کی تمام بقیہ زندگی تلخ کردی جائے۔

میری شادی کو دس سال ہو گئے۔ یقین کیجئے کہ میرے لئے ایک نہیں متعدد وجوہ و بواعث شرعاً و عقلاً ایسے موجود ہیں اگر ان میں سے ایک باعث بھی کسی دوسرے شخص کے ساتھ ہوتا تو وہ دوسرا نکاح کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہ کرتا۔ بایں ہمہ میں نے ایک صبح و شام کے لئے بھی اس کا قصد نہیں کیا اور نہ کروں گا۔ پھر دوسروں کی جانب سے اس بارے میں اس قدر مجبور کن ترغیبات پیش آتی رہیں کہ عزم کا باقی رہنا بہت مشکل تھا۔ تاہم میری رائے میں تزلزل نہ ہوا۔

صداقتِ حیات بجز قربانی کے اور کچھ نہیں ہے۔ اگر ہم اپنی خواہشوں کو قربان نہیں کرسکتے تو پھر نہ دنیا میں محبت ہے نہ سچائی اور نہ انسان۔

آپ کہیں کس کے بس میں ہے ؟ ہاں! لیکن جو چاہے اس کے بس میں ہے۔ دل سے اوپر بھی ایک طاقت ہے اس کو جگا دیجئے سونے نہ دیجئے۔ وہ دل کی لگام جس طرف چاہے موڑ دے گی۔

اس بارے میں کثرت سے عواقب و نتائج پر غور و تفکر، مطلوبات نفس کی ہیچ مایگی اور بے حاصلی کا تصور، کثرتِ استغفار و دعا اور مشغولاتِ دینیہ نہایت سود مند ہوں۔ اگر ایک دعا بھی پورے اضطراب و التہاب کے ساتھ نکل گئی تو پھر کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا۔ صرف اس حقیقت کی ضرب اگر ایک مرتبہ پوری طرح لگ جائے کہ طلب و عشق اور اضطرابِ قلب و اشکِ چشم جیسی نعمتیں ایک وہمی و خیالی مطلوب کے لئے کس طرح ضائع جا رہی ہیں۔ اور اگر یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہو جائے تو پھر یہی وجودِ فانی کیا کیا کچھ نہیں کرسکتا، اور اس آزمائش سے نکل جانے میں ذرا بھی رکاوٹ پیش نہ آئے گی۔

(۲) لیکن اگر ضعفِ عزم کا ساتھ نہ دے، اور اس راہ کی فرصت نہ ملے تو پھر دوسرا مشورہ یہ ہے کہ تمام خیالات چھوڑ کر بھاگل پور چلے جایئے اور جس طرح بھی ممکن ہو اس کے والدین کو راضی کرکے نکاح کر لیجئے۔ اور جس قدر مشکلات و مہالک پیش آئیں گے، اُن کو گوارا کر لینے کا قطعی فیصلہ کر لیجئے۔ یہ بات پھر بھی ہزار درجے موجودہ اضطرابِ نفس سے بہتر ہوگی۔ اقلاً بہت سے انتہائی نقصانات مفقود ہو جائیں گے۔

غرضیکہ یا فوراً بلا تاخیر اس خیال کو بالکل دل سے نکال ڈالئے یا فوراً بلا تاخیر جا کر کسی نہ کسی طرح نکاح کر لیجئے۔ تیسری حالت کوئی نہیں اور اگر اختیار کی جائے گی تو سخت مضر ہوگی۔ والعاقبۃ للمتقین

ابوالکلام آزاد

کاروانِ آخرت

(ادارہ)

حضرت مولانا عبد الحکیم
اور
مولانا مفتی عطا محمدؒ کا سانحہ ارتحال

گذشتہ ماہ جمعیۃ علماء اسلام کے بزرگ رہنما حضرت مولانا عبد الحکیم صاحب بھی اس دارِ فانی سے بقضاءِ الٰہی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے فاضل جامعہ فرقانیہ راولپنڈی کے مہتمم اور شریعت بل کے پرجوش حامی اور تحریک نفاذِ شریعت کے مخلص رہنما تھے۔

۱۹۷۰ء میں جمعیۃ کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور بھرپور پارلیمانی کردار ادا کیا۔ مرحوم کی سب سے بڑی صفت حق گوئی اور بیباکی تھی۔ شریعت بل کے سلسلہ میں جب اوائل میں ملک بھر کی سیاسی فضا مکدر تھی تو مولانا عبد الحکیم نے ڈٹ کر اس کی حمایت میں آواز اٹھائی۔ مرحوم کے قومی و ملی اور دینی خدمات کے علاوہ نیک و صالح اور قراء و حفاظ اور اہل علم اولاد ایک عظیم صدقۂ جاریہ ہے۔

دعا ہے کہ بارگاہِ ربوبیت میں انہیں مغفرت نصیب ہو۔ درجات عالیہ سے سرفراز ہوں۔ باری تعالیٰ مرحوم کے جانشینوں اور متعلقین کو ان کی دینی خدمات جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

ڈیرہ اسماعیل خان کے جید عالم دین حضرت مولانا مفتی عطا محمد صاحب بھی قدرے علالت کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم چودھوان کے باشندے، علاقہ بھر کے معتمد مفتی اور مرجع خلائق تھے۔ زندگی کا زیادہ تر حصہ درس و تدریس اور مطالعہ فقہ و افتاء میں گذرا۔ شہرت اور ریا و نمود سے طبعی نفور تھا زندگی کے آخری سانس عزلت اور گوشہ نشینی میں گذرے۔ بڑھاپے اور عوارض و امراض کے باوجود اہل محلہ کی خدمت، بوڑھوں اور بیواؤں کے لئے بازار سے ضرورت کا سامان خرید کر لدے ہوئے آتے تھے تو اس پہ خوش ہوتے تھے۔ مرحوم سادگی، تواضع اور عجز و مسکنت میں سلف صالحین کا نمونہ تھے علمی رسوخ گہرا اور عمیق تھا فقہی کتابوں کے بحرِ ذخار میں کسی بھی نادر مسئلہ اور جزئیہ کے استخراج کیلئے ان کی نشاندہی تیر بہدف ہوا کرتی تھی۔

باری تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین

Safety
instant milk
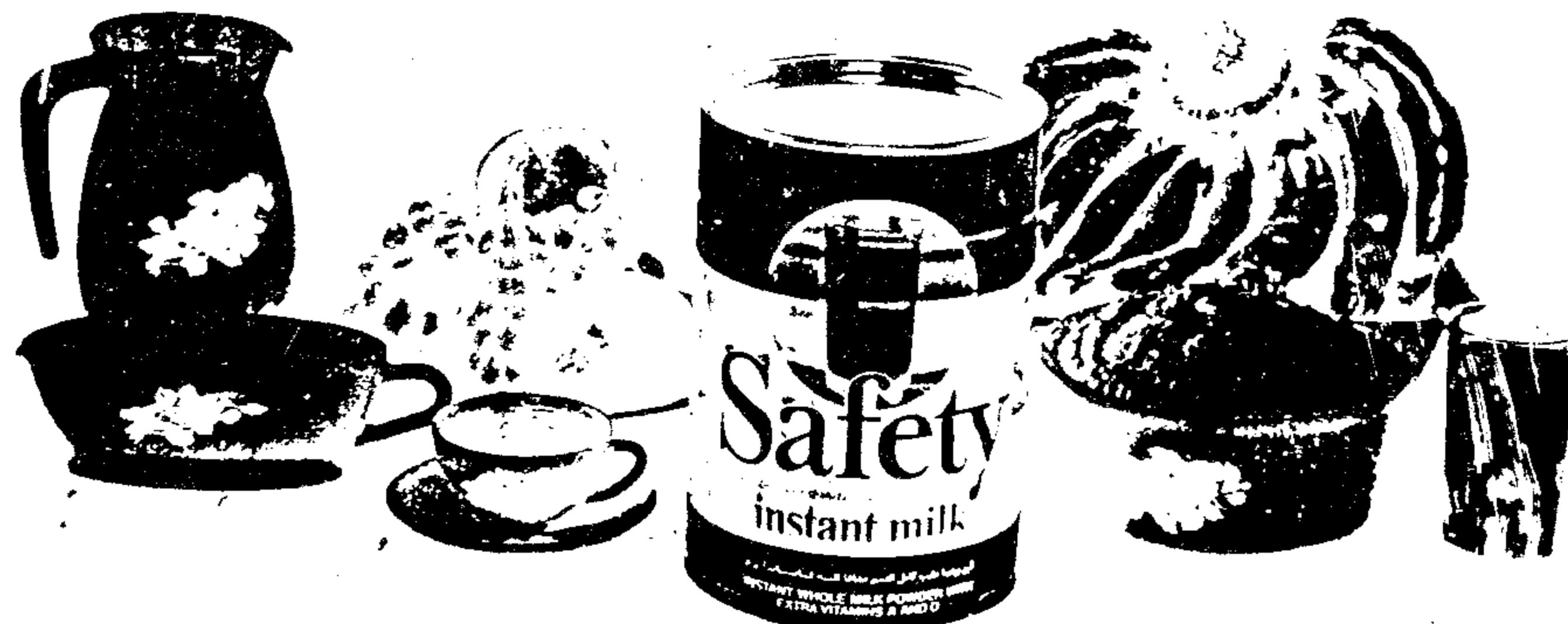
مولانا عبدالقیوم حقانی / قاضی عبدالحلیم

کتاب الآثار تالیف ۔ الامام اعظم ابوحنیفہ النعمان بن ثابت الکوفی المتوفی ۱۵۰ھ ۔ بروایت الامام الربانی محمد بن حسن الشیبانی المتوفی ۱۸۹ھ مع مقدمہ و حواشی ۔ صفحات ۴۸۲ ۔ سائز متوسط ۔ طباعت آفسٹ ، مع مجلد کور ناشر ۔ ڈاکٹر عبدالرحمن غضنفر ۔ قیمت ۷۵ روپے ۔ ملنے کا پتہ :۔ الرحیم اکیڈمی اے ۱/۷ ۔ اعظم نگر ۔ لیاقت آباد کراچی ۔ ۱۹۔

عام طور پر کتاب الآثار کو امام محمد بن حسن شیبانی کی تالیف سمجھا جاتا ہے جب کہ محقق بات یہ ہے کہ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے ۔ امام اعظم کے دیگر تلامذہ مثلاً امام ابویوسف المتوفی ۱۸۲ھ ۔ امام زفر بن الہذیل المتوفی ۱۵۸ھ ۔ امام حسن بن زیادہ المتوفی ۲۰۴ھ وغیرہ کی طرح امام محمد نے بھی اپنے استاذ و شیخ امام ابوحنیفہؒ سے اس کی روایت کی ہے ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ تعجیل المنفعۃ میں لکھتے ہیں ۔

والموجود من احادیث ابی حنیفۃ انما ھو کتاب الآثار التی رواھا محمد بن حسن عنہ (ص۱ طبع دمشق)

اس لئے کتاب الآثار کی اہمیت کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ یہ براہِ راست صاحب مذہب کی تالیف ہونے کی بناء پر مسلک حنفی کا اولین ترین ماخذ ہے ۔ علاوہ ازیں ذخیرۂ کتب حدیث میں اس کتاب کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ فقہی ابواب کے مطابق سب سے پہلے اسی کی ترتیب و تالیف عمل میں آئی ۔ مؤطا امام مالک اسی کا نقش ثانی ہے ۔ پھر یہ ترتیب اس درجہ مقبول ہوئی کہ بعد کے محدثین نے اپنی تالیفات میں اسی کی پیروی کی ۔ علامہ سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ امام اعظم کے مناقب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

من مناقب ابی حنیفۃ التی انفرد بھا انہ اول من دون علم الشریعۃ ورتبہ ابوابا ثم تبعہ مالک بن انس فی ترتیب الموطاء ولم یسبق ابا حنیفۃ احد (تبییض الصحیفہ ص ۳۲)

کتاب الآثار اپنی اسی اہمیت کی بناء پر علمائے محققین کی بحث و نظر کا مرکز رہی ہے چنانچہ مشہور شارح حدیث حافظ الدنیا علامہ ابن حجر عسقلانی نے تعجیل المنفعۃ میں اور مستقل طور پر " الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار " میں اس کے رجال کو اپنی تحقیق کا محور بنایا ۔ نامور محقق و محدث حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی المتوفی ۸۷۹ھ نے اس سے متعلق دو کتابیں لکھیں ایک رجال پر اور دوسری اس کی احادیث کی شرح میں ۔ صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ

چلپی کے بیان کے مطابق امام طحاوی نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔ بارہویں صدی کے شافعی عالم شیخ ابوالفضل نورالدین علی بن مراد موصلی المتوفی ۱۱۴۷ھ کی شرح کتاب الآثار کا ذکر تذکرے کی کتابوں میں ملتا ہے۔ زمانۂ حال کے علماء میں مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہانپوری صدر مفتی دارالعلوم دیوبند المتوفی ۱۳۹۶ھ نے اس کی ایک مبسوط محققانہ شرح تالیف کی ہے جس کی اب تک صرف دو جلدیں شائع ہوسکی ہیں علاوہ ازیں مشہور محقق و عالم دین مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ نے بھی اس کے رجال پر تحقیقی کام کیا ہے۔ بایں ہمہ یہ شکایت بے جا نہ ہوگی کہ یہ کتاب اپنی اہمیت و افادیت کے لحاظ سے جس اعتناء و توجہ کی مستحق تھی عام طور پر علمائے عصر اور خود احناف کی طرف سے اس کے متعلق تساہل اور سہل انگاری کا معاملہ کیا جارہا ہے اور جس کتاب کے پڑھنے پڑھانے والے نہ ہوں۔ ناشرین و اہل مطابع اس کی اشاعت وطباعت پر جیسی توجہ کریں گے وہ ظاہر ہے اس لئے اولاً تو یہ جلدی دستیاب نہیں ہوسکتی تھی اور اگر کسی کتب خانہ میں اتفاقاً مل جاتی تو کتابت وطباعت انتہائی ناقص ہوتی تھی۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر عبدالرحمٰن غضنفر صاحب کا کہ انہوں نے اس کی اہمیت کو کماحقہ محسوس کیا اور عام روش کے برخلاف اسے ظاہری ومعنوی محاسن سے آراستہ وپیراستہ کرکے شائع کردیا ہے جس کے بارے میں بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ اب تک کے تمام مطبوعہ نسخوں میں یہ نسخہ اپنی نفاست طباعت اور محققانہ تعلیقات کے لحاظ سے بدرجہا فوقیت رکھتا ہے۔

ابتداء میں محقق عصر ومحدث نبیل مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ کے قلم سے قدرے مبسوط ایک مقدمہ ہے جو بجائے خود ایک خاصے کی چیز ہے جس میں کتاب الآثار کی بہت سی مخفی خصوصیات سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور مولانا موصوف کی دیگر تحریروں کی طرح یہ مقدمہ بھی بحث وتحقیق کا ایک نمونہ ہے۔ اسی کے ساتھ تیرھویں صدی ہجری کے مشہور عالم دین مولانا عبدالباری فرنگی محلی المتوفی ۱۳۴۴ھ کا ایک نادر رسالہ "التعلیق المختار علی کتاب الآثار" شامل کتاب ہے ۹۶ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اپنے مضامین ومباحث کے لئے گنج بے بہا کی حیثیت رکھتا ہے جسے کتاب الآثار کے ساتھ پہلی بار شائع کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی تصحیح وکتابت کی جانب کتاب کے بقیہ حصہ کے اعتبار سے توجہ کم کی گئی ہے۔ جسے ہر پڑھنے والا واضح طور پر محسوس کرسکتا ہے۔ امید ہے کہ آیندہ ایڈیشن میں اس کمی کی تلافی کر دی جائے گی۔

اس عجالہ نافعہ کے بعد "کتاب الآثار" کا اصل متن ہے جو کتابت وطباعت اور تصویب و تصحیح کے اعتبار سے قابل ستائش ہے۔ اس کے ذیل میں مولانا نعمانی دامت برکاتہم کے مختصر مگر بڑے کام کے حواشی ہیں۔

بعد ازاں حافظ ابن حجر عسقلانی کا مشہور رسالہ "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" ہے اس پر بھی مولانا موصوف کے محققانہ حواشی ہیں۔ آخر میں "الاختیار فی ترتیب الآثار" کے عنوان سے ۴۷ صفحات پر مشتمل کتاب کا اشاریہ

ہے جس نے کتاب سے استفادہ کو بہت آسان بنادیا ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ ان نوع بنوع خوبیوں کے حامل نسخہ کو شائع کر کے ڈاکٹر عبدالرحمن غضنفر صاحب نے طبقہ علما کو اپنا احسان مند بنا لیا ہے ۔ (عبدالقیوم حقانی)

حفاظت قرآن شریف از فتنۂ تحریف تالیف منیف ۔حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ

شائع کردہ ۔انجمن اشاعت القرآن والحدیث ۔مدنی روڈ ۔اٹک شہر ہدیہ ۵ روپے

کہنے کو تو ۵۰ صفحات کا ایک مختصر رسالہ مگر اپنے موضوع پر اتنا جامع کہ بیچ مچ دریا در کوزہ ۔مؤلف مدظلہ کا نام نامی رسالہ کی صحت، جامعیت اور اہمیت کے لئے موثق ضمانت ہے ۔ہماری رائے میں رسالہ علمی تحقیقی پر از معلومات اور امت کے ہر چھوٹے بڑے طبقہ کے لئے یکساں طور پر مفید ۔فتنۂ تحریف سے حفاظت کی تدبیر میں رسالہ کے بعض مضامین تو اتنے جاندار اہم اور قابل قدر ہیں کہ انہیں ہر نئے فاضل کے علمی سفر کا بہترین سرمایہ اور اثاثہ قرار دیا جا سکتا ہے ۔

ہدیۃ الفقیر فی خدمت علم التفسیر کے نام سے حضرت قاضی صاحب مدظلہ کی ایک یادگار تقریر بھی ۴۴ صفحات کے ایک ٹریکٹ پر مشتمل ہے جو آپ نے ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ کو دارالعلوم حقانیہ میں مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی اور مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب کے تلامذۂ دورہ تفسیر کے اختتامی اجلاس میں فرمائی ۔

تقریر کیا ہے اسلاف کرام کے طرز پر بے روو بے ریا علوم و معارف کا ایک سیل رواں ہے جو از دل خیزد بر دل ریزد کے مصداق قاری کو اپنے تسلسل میں بیخود کر دیتا ہے یہ رسالہ بھی اٹک سے دوسرے کتب کے ساتھ مفت حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ (قاضی عبدالحلیم)

خزینہ تالیف مولانا محمد اسلم شیخوپوری ۔صفحات ۳۵۶ ۔قیمت درج نہیں ۔

ناشر ۔شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی ۱۶

مولانا محمد اسلم شیخوپوری استاذ جامعہ بنوریہ کراچی ملک کے ان جید علماء اور ممتاز فاضل مقالہ نگاروں میں سے ایک ہیں ۔کہ جن کی علمی ادبی اور قلمی صلاحیتوں کی ایک دنیا معترف ہے ۔معذوری کے باوجود اشاعت دین کا والہانہ جذبہ زبان و بیان کی شیرینی اور قلم و قرطاس کی عذوبت ان پر قدرت کا ایک خاص احسان اور عظیم عطیہ ہے ،ان کی زیر نظر تالیف "خزینہ" اسلاف امت کے طرز پر ایک عجیب و غریب اور تاریخی کشکول ہے ۔کتاب اسم بامسمیٰ ہے اور کتاب کے سلسلہ میں خود مؤلف محترم نے ٹائیٹل اور جگہ بہ جگہ جو تعارف کیا ہے ہمارے خیال میں اس میں تصنع اور مبالغہ کا کوئی آمیزہ نہیں ہے ۔واقعی کتاب جہاں علمی نکات پُر اثر واقعات لطائف و اشعار ننھی پہیلیوں اور حقائق کا بے مثال مجموعہ ہے وہاں معانی کی ایک خیرہ کن دنیا اسرار و رموز کا ایک جہان ہر نکتہ بے مثال ہر بات باکمال ہر جملہ قیمتی ہر عنوان لازوال ہر صفحہ ایک کتاب ہر لفظ دُرّ نایاب ہر سطر ضوفشاں اور ہر ورق لاجواب ہے ۔ یہ کتاب ادب کی دنیا میں ایک بیش بہا اضافہ ہے اور ادبی ذوق رکھنے والا اس کے مطالعہ سے بہت خوشی محسوس کرے گا ۔ (قاضی عبدالحلیم)